



6000/

شعری ہشتال

نہم وصال

جسے ایک شاعر عجم نے فصاحت کلام و مضامین لہجہ نظم کیا
اور سفیر باوقیر انگلستان مقیم دار السلطنت ایران و گورنمنٹ ہند
کو بطور تحفہ کے بھیجا اور ایک بڑے ذی علم انگریز نے اس پر تقریظ
لکھی وراو کی بہت تعریف کی اور گورنمنٹ سے حکم ہوا کہ یہ شعری

تمام احاطہ زمین شائع کیجائے

ہذا

حسب الایمانے جناب مستطاب معالی القاب کالان و وار پر و ننگ

بہادر ایم اے وائرلٹر سر شعلیم اودہ

مطبع منشور کشور مقام لکھنؤ چپی

شاعر

۲۴۱۳۸۸



شنوی بنیال

مسلم

بزم وصال

جسے ایک شاعر عجم نے بفضاحت کلام و مضامین و کسب نظم کیا
اور سفیر با توقیر انگلستان مقیم دار السلطنت ایران زکون منت
کو بطور تحفہ کے بھیجا اور ایک بڑے ذی علم انگریز نے اس پر تقریظ
الکھی اور اس کی بہت تعریف کی اور گورنمنٹ سے حکم ہوا کہ شنوی
تمام احاطہ نمین شائع کی جائے

لہذا

حسب الایمانے جناب مستطاب علی القاب لن امیر و برنگت
بہادر ایم اے ڈاکٹر شریعت تعلیم اودہ

مطبع نشی نو لکھنؤ مقام لکھنؤ چھپی

۱۸۶۳ء

تقریظ بزم وصال مع فصاحت

ہوئی چپ کی تیار بزم وصال
عجب تنوی یہ دل آویز ہے
ہر اک شعرا کا ہی شعری شعار
بیان ہی کہ ہی اک بیان طلسم

یہ ہے جان فزا داستان سخن
کہ ہے باعث لطف حسن سخن

سبحان اللہ یہ وہ کتاب ہے جسکی جی جان سے صاحب زبان قدر کرتے ہیں یعنی اہل ایران قدر کرتے ہیں ہمیں نظر وزیر مملکت واقع طهران دار السلطنت ایران نے ازراہ قدر دانی حضور گورنر خزل کے پاس بھجوائی اور حضور مدوح نے صیغۂ تعلیم کے تمام سرشتوں میں پڑھنے پڑھانے کی بابت ہدایت فرمائی۔ اول یہ کتاب مجائب خاندہ ہندوستان میں رکھی گئی اور بنظر استفادہ عام اطلاع دی گئی کہ جو شخص چاہے اسکی نقل کر سکتی ہے اے سی بی صاحب بہادر سی ایس آئی سکریٹری گورنمنٹ آف انڈیا کی چٹی جو بنام صاحب چیف کشر بہادر ملک اودہ وصول ہوئی اوس سے اور نیز انتخاب کتاب سے صاف عیاں ہے کہ یہ کتاب کس رتبہ کی ہے اور اسکے مصنف عالی دماغ کا کیا پایہ و شان ہے اس امر کا لحاظ فرما کر جناب شی فو لکشنور صاحب مالک مطبع اودہ اخبار نے تجویز کی کہ ایسی بے مثل کتاب کا چھپوانا ایک

دریائے فیض کا بہانہ ہے لہذا حسب صلاح جناب فیض آباد لکشر ہما سرشتہ تعلیم صوبہ اودہ کے منشی صاحب عالی ہمت نے اسکی ہدایت اور دلکش تنوی کی طبع کا بیڑا اوشایا اور نہایت درجہ کی تصحیح کے ساتھ عمدہ کاغذ پر خوشخط چھپوایا الحمد للہ کہ درینولگیہ خیرہ فراست و فہرت کمال آب و تاب قابل طبع سے مجھے ہو کر نمایاں ہوا اور نجوم شوق کی گرمی بازار سے خریدار اس کا ایک جہان ہوا واضح ہو کہ یہ کتاب بزبان فارسی نظم میں لکھی گئی ہے اور اس میں چار پان سو اشعار سے کچھ زیادہ ہیں بزم وصال اسکا نام ہے جو اسم بامسمیٰ ہے ہر خید مصنف نے تیش بزم یعنی مجالس پر اس کو تمام کیا ہے اور ۳۶۔ بیان ہیں لیکن صاف صاف ذکر صرف ۱۶۔ بزم کا ہے اور ۲۵۔ بیان کے اخیر میں سلسلہ حکایت کا منقطع ہو کر مصنف ایک اور حال بیان کرتا ہے۔ اب ہم مختصر طور پر ایک تھوڑا سا ذکر اس کے مختلف بیانوں کا حوالہ دے کرتے ہیں جس سے ناظرین کو اس کتاب کی اجمالی کیفیت حاصل ہوگی (یا اوس انتخاب کا لکھتے باب ہی جو گورنمنٹ ہند میں کیا گیا تھا)

بیان اول

بظہر مائل و دل مدعا و لغت ہی ثقیب علی لکھ کتاب کو شروع کیا ہے

بیان دوم

سبب تالیف کتاب بیان کیا ہے جس سے عام مصنفوں کے موافق مصنف نے دو باتوں کی آرزو کی ہے۔
اول یہ کہ یہ کتاب یادگار رہے۔

دوم جن عمدہ باتوں کے مصنف نے اوپر عادات اور قاعدہ
شایان نامدار اور بزرگان کبار کے بیان کیا ہے اس سے
غرض یہ ہے کہ اسکو پڑھ کر لوگ نصیحت حاصل کریں اور خاص کر
اڑکے نیک آدمیوں کی پیروی کریں اور بری باتوں سے باز رہیں

بیان سوم

اسمین مصنف بعض بعض غریزون اور دوستوں کا حال اور
ایک سفر کا ذکر ہے۔

بیان چہارم

اسمین بھی ایک سفر کی کیفیت ہے اور غار گرون کے حملہ کرنے
اور قافلہ سالار کی جو فردی سے اونکو زک دینے کا واقعہ جو
مقام پر یہ سفر مصنف کا دوست ہے اور اسکی تعریف شاعرانہ
طور پر بہت خوب کی گئی ہے۔ یہ شخص ہر ایک دن کے تین چھو
کرتا ہے اور ہدایت کرتا ہے کہ ایک حصہ کاروان کو سفر کرنا
ہے اور دوسرا حصہ واسطے رفع ماندگی اور کسل راہ دور کرنے
کے اور تیسرا حصہ صنائع حقیقی کے صنائع و بدائع کا حال دریافت
کرنے اور مختلف اشیاء موجودات کی تحقیقات کے لیے ہے۔
یہ شخص مصنف کی طرف مخاطب ہو کر درخواست کرتا ہے کہ تم
اس نظم میں جو کچھ کہتے دیکھا ہے بیان کر و پس مصنف خوش ہو کر
ایک سنجیدگی اور عمدگی کو ساتھ اقسام انصاف کا حال بیان کرتا ہے

بیان پنجم

اسمین ایک عمدہ قیجہ عمل انصاف کا مرقوم ہے۔

بیان ششم

کاروان ایک چھوٹی سی گائون موسومہ جواگ کو جاتا ہے جہاں
رہنمائے کاروان ایک پسندیدہ سبق انصاف کا پتا دیتا ہے
باشندہ اس گائون کے مسافروں کے پاس بعض افسانہ عظیم
نظم میں جمع ہوتے ہیں اور مصنف سے درخواست کی جاتی ہے
کہ صاحبانِ نرم کو چند باتوں سے آگاہ کرے کہ وجہ پیدائش
کی کیا ہے اور پیدائندہ کے اوصاف کیا ہیں اور انسان کو حیوان
پر بزرگی کیوں دی گئی اور خداوند تعالیٰ کو انسان کے پیدا کرنے
کی وجہ کیا تھی اول پیدائش دینا سے کل چیزیں موجود تھیں یا نہیں
اور اگر تھیں تو ظاہر تھیں یا نہان تھیں اور آدمی کیوں مختلف
درجوں پر پیدا ہوتے ہیں یعنی بعض شاہ اور بعض فقیر مصنف
یہ جواب دیتا ہے کہ ایسی باتوں کا استفسار نہ تو بہتر ہے کیونکہ
نتیجہ قرار واقعی نہیں حاصل ہو سکتا ہے اور کہتا ہے کہ کل چیزیں
واسطے آدمی کے پیدا ہوتی تھیں جیسے کہ کمرہ عروس سجایا جاتا
واسطے عروس کے اور جو چیزیں کہ پیشتر پیدائش ہی کے پیدا کی گئی
نہیں وہ فقط اس کے جلوہ کا عکس تھا بعد ایک جھک جلال
خدا کی تھی اور بعد اسکے سب چیزیں تاریک معلوم دی اور بزرگی
انسان کی اور حیوان کے بوجہ تعقل کے ہے خدا تعالیٰ کا کوئی
ذاتی فائدہ یا خواہش عوض کی نہیں تھی جسوجہ سے آدمی
نبایا جیسے کہ سمندر اپنی لہروں سے طالب نہیں ہے یا سورج
اپنی روشنی سے جو کہ تابان ہے برابر اور پرکھ ویر کے البتہ

مخلوق کی خواہشیں بے شمار اپنے اپنے درجوں کے موافق ہیں۔

بیان ہفتم

بیان پر ایک ٹیبل بیان کی ہے کہ دو بیٹے ایک شاہ کے شکار کیلئے گئے اور اپنے ہمراہ بیان کو بہت پیچھے چھوڑ دیا اور سوار گئے وہاں تک جہاں سے گھوڑے آگے نہ چل سکے اور بیان پر رہتے بھول گئے تب تو گھوڑوں پر سے اتر کر زیادہ پاپٹے بڑا بھائی چھوٹے بھائی سے دو فرسنگ آگے تھا اور سکوچروں نے پکڑ کر بہت مارا اور اسباب چھین لیا بعد کو یہ ایک گاؤں میں پہنچا اور وہاں ایک عورت نے اسکو مٹیا بنایا جسکے اولاد تھی اور اسکی شادی کی اور لڑکے بھی ہوئے چھوٹے بھائی کو بھی جوڑے اور اسکو بھی مار کر اسباب چھین لیا بعد چند حادثوں کے اسکو ایک بادشاہ نے مقبض کیا اور وہ شاہ جادو گروں کا شاگرد

بیان ہشتم

کاروان آگے بڑھا اور بقام و مخان عظیم ہوا جہاں پر تین یوم قیام و آرام کیا اور سرد و سرد ہوا کمائی اور بہت سے خواروں اور اسکا سجادہ دار کا لطف دیکھا مصنف نے پہر پوچھا کہ تم سمجھاؤ کہ خداوند تعالیٰ جو بے نیاز ہے وہ کیسے اپنی بندوں سے اطاعت چاہتا ہے۔ اور پیغمبروں کے پیچھے سے کیا عرض ہے۔ مصنف نے اسکا جواب دیا ہے۔

بیان نهم

راستی اور سچائی کے خزانہ کی جستجو کی ٹیبل۔

بیان دهم

اسمین ایک شکار کا بیان ہے اور گفتگو درمیان مصنف و فکروا کے درباب جواز شکار کے۔

بیان یازدهم

یہ ایک کہانی ہے جس میں شکار کیلئے کی برائیاں ہیں اور ماحق زخمی کرنا بے قصور جانوروں کا۔

بیان دوازدہم

اسمین بیان ہے ایک بزم خوشی کا جو کہ مسافروں نے ترتیب دی تھی۔

بیان سیزدهم

اسمین بیان ہے کہ ایک شہزادہ کس طرح ہجرت ناک رہا اور پردار پیدائش انسان کے اور اسوجہ سے کہ کیونکر انسان چلتا پھرتا ہے اور بولتا ہے چنانچہ ایک جلسہ کا بیان ہے کہ جس روز ایک تیلی واسے گو تیلیاں بچاتے دیکھا تو اول اسے جانا کہ تیلیاں خود ناچتی ہیں بعد معلوم ہوا کہ ایک شخص ہاتھ سے بچاتا ہے اور بندر لیتے ایک آدمی کے یہ کل حرکتیں کرتی ہیں جسکے ہاتھ میں ڈوریان ہیں اور پس پردہ کام لے رہا ہے بعد دریافت اس کیفیت کے اسکا دنگ رنغ ہو گیا اور یہ سمجھا کہ گروہ آدمی کا ہی ایک نوع کی تیلیاں ہیں جو اسکی دست برد میں ہیں یہ سمجھ کر اس نے دنیا کو ترک کیا اور تخت قیام چھوڑ کر قیاس ہو گیا۔

بیان چارواں

کاروان کا مقام کانئسہ فر پہونچتا اور وہاں اور پفاہدہ سخاوت کے گفتگو ہوتا۔

بیان پانچواں

اسمین بیان سخاوت کے نیک نتیجہ کا ہے اور نیز یہ کہ کہیں اسکا ثمرہ تلف نہیں ہوتا۔

بیان شانچہم

اسمین ایک مختصر سا بیان اور پفاہدہ تعلیم کے ہے۔

بیان ہفتم

کاروان مقام سفیان میں پہونچا اور حسب قاعدہ مصنف نے کہا گیا کہ بزم میں کچھ نصیحت آمیز گفتگو کریں بعد کچھ نصیحت کے گفتگو ختم کی اور عمدہ تعلیم کا فائدہ بیان کیا۔

بیان آٹھواں

کاروان مقام وزکی کرد میں پہونچا اور بیان پر جنگ جدال افسر کاروان اور اس کے بھائی سے ہوئی جو اتفاقہ مل گئے تھے چنانچہ ہر دو جانب کے کچھ آدمی مارے گئے بعد کو درمیان ہونے برادران کے ملاپ ہوا بڑا بھائی جو کہ افسر کاروان ہے وہ مصنف سے پوچھتا ہے کہ بہادر کی کیا معنی ہیں اس میں یہ بیان یہ جا کر سورا اور چوٹے بھائی کو گفتگو سننے کے لیے چھوڑ گیا

بیان نوواں

اسمین بیان ہے کہ جوا فردی کے کیا معنی ہیں پس مصنف اور چکی کا

مال بیان کرتا ہے جو درمیان حضرت علی ابن ابی طالب اور ابو سفیان کے جو کہ درمیان مکہ معظمہ و مدینہ کے شہنہ جری میں ہوئی اور وہ شہور ہے غزائی خندق جہاں یہ کہ علی ابن ابی طالب نے اپنے ہاتھ سے خلف و دو کو مارا تھا جو کہ شل دیو زاد کے تھا اور جنگ آلودہ تھا۔

بیان دہم

دوسری رات کو خیمہ گاہ میں بزم آراستہ ہوئی اور خوشی کی مصنف بروقت دیکھنے ساتی و شراب کے ایک عالم سکوت میں بیٹھا اور مصنف سے وجہ سکوت دریافت کی۔

بیان یازدہم

اسمین عجیب و غریب ایک دوست کے سفر کا قصہ ہے جو درویش سفر کر کے اور دنیا سے نیرار ہو کر آیا ہے مع دیگر حالات کی

بیان سولہواں

دوسرے روز عشرہ ذی الحجہ کا تھا جو عید قربان مشہور ہے بعد دستورات معینہ کے بزم جمع ہوئی اور مصنف سے دریافت کیا کہ خوشی اس دن کی کیوں ہے اور کیوں یادداشت رکھی گئی کہ حضرت ابراہیم نے اپنے فرزند کو قربان کرنا چاہا تھا اور سبب بوسہ دینے حج اسود کا پوچھا۔

بیان سولہواں

اسمین تشیلا بیان ہے ایک بادشاہ کا جس کے ملک کی طرف ایک کاروان جاتا تھا اور بروقت پہونچنے قریب شہر کے

بادشاہ نے ایک قاصد بھیجا کہ وہ کاروان کا استقبال کرے
اور انکو تہنائے نزدیک راستہ شہر کا مع دیگر حالات کر۔

بیان بست و چھارم

کاروان کا دوست شہرین و خرمین پہونچا اور وہاں ایک بزم کا
جمع ہونا اور ان دونوں مشہور عاشق و معشوق کا حال دریافت کرنا
اور مصنف کا جواب دینا۔

بیان بست و پنجم

اسمین بیان ہے کہ ایک نوجوان مرد عاشق ہوا ایک نوجوان
عورت چرخس کو اس نے غسل کرتے ہوئے ایک چشمہ پر دیکھا بیان
اسکی محبت کا عام میں مشہور ہوا ازل کے کے مان باپ نے واسطی
رفع بذامی کے ظاہر کیا کہ لڑکی اس چشمہ میں نہاتی ہوئی دو بکر
مگنی بروقت سننے اس بات کے وہ نوجوان وہیں دو بکر مر گیا
جہاں پر کہ اس نے جانا کہ بیان پر ڈوبی ہوگی اس کے بعد اس
لڑکی کا غرق ہونا۔

بیان بست و ششم

ایک زلزہ عظیم کا بیان ہے جو شہر شیراز میں در بیان آخر ہفتہ
ماہ شوال ۱۰۰۰ ہجری کے آیا تھا اور اس سے بہت مکان
گر بڑے تھے تہجد اس کے مکان مصنف بھی گر پڑا تھا بعد گو
مصنف شہر خوافی بادشاہ فتح علی شاہ کا شاہوان چہرہ ہونے
۱۰۰۰ میں قضا کی اور ان کی بجائے اون کا فرزند
نصیر الدین تخت نشین ہوا جس سے انہوں نے استعداکی تھی

کہ دہل برس کا نکس معاف ہو جائے بعد کو اور مختلف
بیان ہے۔

بیان بست و ہفتم

اسمین تو نگری کا بیان ہے۔

بیان بست و ہشتم

اسمین ایک قصہ تو نگری کا ذکر ہے۔

بیان بست و نهم

اسمین مصنف بیان کرتا ہے کہ ایک رات حضرت میری ملاقات
کو آئے تھے اور انہوں نے ایک قصہ بیان کیا اور کہا کہ
عام میں مشہور کیا جائے وہ یہ ہے۔

بیان سی ام

ایک شاہ کے دو بیٹے تھے بروقت قضا کرنے اس شاہ کے
دونوں میں ملک تقسیم کیا گیا۔ الخ۔

بیان سی و یکم

اسمین حال بغاوت ایک سردار کا بیان ہے مع دیگر حالات
مفصل کے۔

بیان سی و دوم

اسمین جلسہ شادی کا بیان ہے۔

بیان سی و سوم

مصنف بیان کرتا ہے کہ میری نہایت آرزو ہندوستان کے
سفر کی تھی کیونکہ اس نے بہت سے صاحبان انگلستان سے

فارس میں ملاقات کی اور اون کو اس نے نہایت ذی شعور
پایا تھا اس واسطے کہ اس نے اپنی مین معنی بند راہو شہر میں
داخل ہوا اور وہاں پر شہزادہ تیمور کا ظلم و ستم کرنا۔ اور
اور مختلف حالات۔

بیان سی و چارم

دینا کے خیزون کی بنے ثباتی و بے بنیادی کا بیان ہے مع دیگر
حالات کے۔

بیان سی و پنجم

کر بلا کی لڑائی کا بیان ہے جو عشرہ محرم کو اس نے جبری میں
مونی تھی جبکہ حسین فرزند علی شہید ہوئے تھے۔

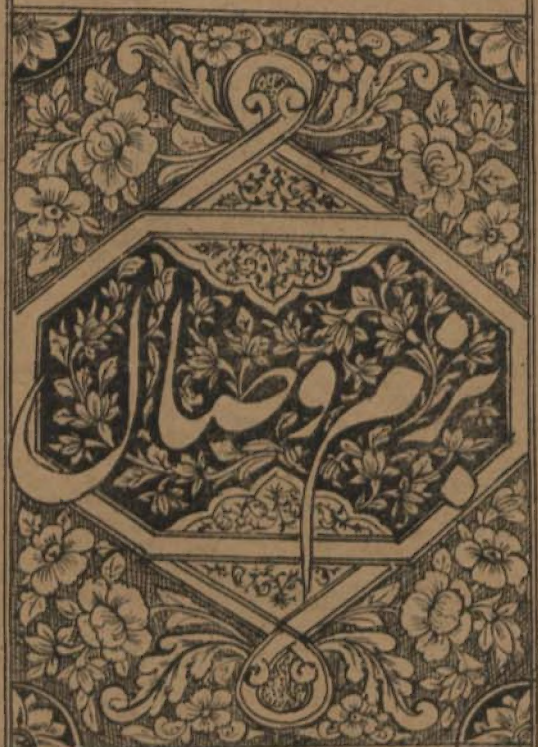
بیان سی و ششم

اس میں بیان ہے حالات حسینؑ کا کہ پیشتر اشریت یہاں سے
جنگ کے کس کس طور سے وہ اپنی رشتہ دار عورتوں سے
جدا ہوئے تھے اور خواب میں دیکھنا اپنی مادر بزرگوار کا
اور ارادہ صوم کرنا جنگ کا۔

یہاں پر کتاب ختم ہوئی۔

القصد جو لوگ یہ مذاق رکھتے ہیں وہ نہایت تعریف کرتے ہیں
اور یقین ہے کہ اس کو صاحب پسند کریں گے کیونکہ یہ کتاب
نہایت درجہ دلچسپ ہے۔

عوضنا کمینکا و مضار خلا زمان
بہرین پین پین پین پین پین



درین می نشیند و نشو و نما
درین می نشیند و نشو و نما

از او چون ملی دیده در دوشستم	و چه گرگان در نطفه شستم
نخست آنکه ماند ز من یادگار	سختنایمی بنحیف در روزگار
ز اندر نیز دان تو بهی و چند	که خلق خدا را بود و سوسند
ز ایمین شایان رسم و دان	طریق بزرگان و بکشدن
ز رسم سخن گفتن پاستان	ز هر گونه پروختن درستان
که این رسم در راه از جهان بپا	هنر گرگان این گونه دیگر بسا

پسند و ادون بهر زنده و بلند و نام نهادن این چنین شوی
 شرح پیوند

و گر پسند و اندر زنده زنده	را تا یه پور سر بسوزد را
که بر راه آزاد مردان رود	بآیین آزادگان بگردد
گرا تا به پیوند آزادگان به	نه با سخله گان و نونی ارگان
که آزاد و گرسنگ بر سر زند	باز سفله گیر بر سر زند
چون کز بزرگان صفا دیدم	همه مردمی و وفادیه دام
بشناسی ایشان همی خواستم	بزرگان نه بزمی بسیار استم
نه بگور و نونی سخن چهره درو	نه را دو خاک را زخم و درو
گر دمی در او بسایه مهر و وفا	همه پاکی بسا و کی چوشت
ز کس تا نه پرسی نه پاسخ ده	چو پاسخ ده و نه ای فرخنده
چون بزم وصال آنچه ناله و حال	از آن که پیش نام زمره و حال
درین بزم کوش چو خرم ترین	ز رویانیا است نسی نین
بیش از پیشم بدو دیار	ز پیشم بدو دیار

بیان محبت با یار کسار و تنویف که در گوشت و استخوان

یکی یار آزادگان داشتم	که مهرش بمل هیچ جان شتم
مرا چهره او روز نوروز بود	ششم و شش روز نوروز بود
بنیم و بزم و بلهر و بکبک	خداوند دوست و دل بکبک
گرفته جهان از رخسار خالیش	امل جسد از دستش آمان خویش
ز کوهی گر آن پیش در تنگ بود	تو گفتی کتابی ز فرنگ بود
در شنده مهری سپهرش جمال	بلند آسمانی و مهرش جمال
بیا لایکی سروین نوجوان	ز فریزرگان و زور کران
بدان جاده و نصیبتی اضحی	تو گفتی سپهری بود بزرین
یکی با پرسی ترک با فر و بوش	بفراندهش بود گفتی سپهرش
شبه نشسته بر او آفرین خوانده	و را نامدار مبین خوانده
امیر و شیوار و بنده زانده	ولیسدی چند و چند مردانه
خدا بودی خوش خوی صانع	چو در پیچ و پیکر دو الاکده
تو گوئی از دمازه دار کبان	همه رسم و آیین نوشیدن
رعیت از دمازه دار است	بصد آرزوش از خدا خواسته
فلک بر کار و بن نصیبت کش است	ز خانه از دمازه بانوای خوش است
گرش طعنه گوئی که نبش است	خور و زخم و چون کوه زنجیره
چنان صانع ز دمازه پیوست	از آن و که جانی خدا جود است
بهر اندرش بیان من بگرده	که رانی که جانی نیست بخت نو
شب نو در بزم او جانی من	دو بالا از دمازه آلامی من
برویم همی مجلس آراستی	همه سازند می مرا خدایستی
من ز جان شده بزم من نجات	چون بکلی با شکسته بوستان

مگر آن

باغش کز آن غلدر بود و نام
 بهاران چو گل کشیده از خشت
 چنان باشد ماه اردیبهشت
 گوی سبز فرخنده شدی چنین
 تو گفتی من هست به سلون
 بنگی چو درو که عیش منسوخ
 بدو گفت ای آسمان زمین
 نه منی کزین بوستان غریبی
 همه برگ بریزان کند شمسار
 گلستان بکشید و ساز شد
 چمن سوخت خواهد خرداد
 بی برگی گلشن این مرغست
 زیدان بی کرد با پیچ پاس
 بر مرغزار و همه شپه سار
 بصیر اکنون گشت باید یله
 بنید از دلقن بالا و زیر
 گذاران گذر کن گوی بر سر
 چنین تافت روزنه روزگار
 همه کام بگیر و بر دار سبد
 بوشنودی من بپزفت زنده
 بفرمود تا بنده گان نختند

تنی چند از آزادگان این بزم
 که اول رفیق است انگه طریقی
 یکی نامور بود و داما داوود
 جوانی خرمند و قزح سرخست
 بسی بخت ته سپهرش بسیر
 دهری در کفر و از زنده دهر
 لکونومی و مینا دل را نین
 مرا سالما بود تا یار بود
 سده دیگر کی بنده گویی طریقی
 بزمی سخن گوی آهسته گوی
 چو شد راست کار سفر و جوی
 چه پیران جوان بخت و شوق
 چو پیران کشیده افروخته
 ابو القاسم آن شاه ملک فنا
 سپیدار و شش بروی چو رو
 قمر چون خورشید بودی آهسته
 شب قدر بودی چو پیش تیر
 ز میرش در منزل و جواز عزم
 نه پیری شده لعش الماس
 قافاز بانجام گاه نیست
 از آن که ده خامش لب گفتی

بزم وصال

بهر اهی خوشتر چون شوی
 چنین گفت آن بختا گوی شوق
 که آرامش دل به یار یار
 یکی سر و دهن بزرگ بخت
 بد آن سال اندک فریوان
 که جان را به یار یار
 جوان مردود ناوشی و سخن
 بمن هر یار بود و غم خوار بود
 بنزد محبت بودن حریت
 پیر از شرم جان و پیر از رم
 پیر و دوستم بهرگاه پیر
 گواه درون موسی کافور گرن
 همه حسن آرزو سوخته
 که اندر دلش نیست غیر از خدا
 بلالی است گفتی در گیتی فردا
 نگاشتی بهر ماه اگر کاسته
 اگر تافتی در شب قدر چه
 ز سرش و آیت حد و تقیم
 خضر آب حیوان و جود عشق
 که در راه او این و پاره نیست
 که گفتگو نماید بهر راهی

لوش پنج چشمه زندگی
ز فرخ زین من زمانه انان
شده زاده چندان که رودخانه
ز خود رسته تا خرد و عفا و بیهوده
چو دستوری از خضرش بفرستد
یکی یار و یاریم بود و یار
هیشواری از نعمت از او گمان
که در خوشی دلش انداخته
اگر نام جوی از آن نامجوی
خردمند و می می سرور
بسا روزگار از روزگار
بسا کشور از سوخته از دوا
هنوز از فرخش از تو تازه است
هنوز آسمان یاد او میکند
هنوز آتش فلک تابید
هنوزش فلک از خواهر برفت
اگر فلکش از دست شد کوی
خدا را سپاس خداوندیش
دو تنیده او که یک بین بود
بست تبه کاری می تبه
برین سوخته و زهره انان

دو تنیده

ولی خوشه کم فریخته است
مرا گشت شود وید و گشت
کن کاین شهر را و قفا و است
پروسی گشتیم از سال
پس از روزگار می که باز آمد
بجای وفا که با من کنی
بسی ساله دوری میفرود
بگذر دوری گشتسم ای کمر
تو سی سال برین واد استی
بشوی و زهره و سخی بایت
ز ما ندی منت بر بند
و دیگر که در فریاد این سا و پشت
بر کمر زده ان چه جای می است
با بقیه و چه در و کیم و حیات
ز اندیشه گیتی بیار است
ز دل پنج اندیشه بر کند می
که این چه رنگ پاک از همت
چه بیهوشی از رنگ بی پروه است
همه رنگ از پیری ساخته است
گو ای اگر خواهی ای دل برین
بره ساقی آن زهره شیرین

بدل بر فرو آن دو تنیده است
و یا از روستا گشته
همه شیوه مردم آنرا است
عراقی شمار در ایا پاری
بیدار یاران بسیار آمد
که بند می و ساز رفتن کنی
که خوش نیست دوری این
زمانی از انصاف این مرد
که با دور دوری می کند شستی
که تا قدری ساله حیات
که سالی بر روزیت کیفر ده
که یار و زاده از اندر گشت
که این دشت خونی و آتش
جهان سر سبز از دود و همت
خوش آمد که اندیشه
پدر را یکی نغمه فرزند می
همه سادگی جمله نو و جفا
درون تازه بر پیش انداخته
که در سادگی کردن از فرشته
هشتم فلک بین چرخ
که آتش سوزد زهره و گداز

برایشان شده آتش تابناک
چو دید آن سرفراز مرد دلیر
بفرموده آتش افشان شدند
خود از کین بر آفتاب بزد تیغ
پیاده شدند از تازی آشیان گدا
ستاره در آن ماند اندر کفایت
چو دشمن چنان دید نمودن دشت
کفی خاک چون ابر بالا گرفت
بناک چه شد ابر کوهر نشان
کین کرد زو به بشیر عین
هر پای توان نمودن ستیز
پیشیر باید که تاز آورو
چو از دشمنان زده پیروختند
چو بدوخت نوبت زن با هم
شد خسرو رنگ و دل بپای
بنزل رسیدیم از آن راه دور
سرو تن شستند هر یک کرد
غندم از آن صبا که با پاش
بر آمد سر از خوابشان نیم رفت
چو برخاست سر از خواب گران
ز پا او و لور شمس و کوه

چراغی مشعل از آن برادران
که گرگان کین کرده بر سر
بگشت عدد و برق رخشان شدند
خروشان بگردان بر سر
که نتوان سوار و بیامد کوه
که سیلی چنان برادر بالا گرفت
که نتوان درفش آرمودن
که با بر نتوان زندان کفایت
از آن کرد و گشت ناخوش
چنان برادر گرم شد و تین
بسیای کامی که بر سر
پی کور مانیم جان و زبیر
نخ و در به چنان روان ساخته
بگوش اندر آمد خروش خروس
شیر روم آمد بجایش نشست
چو گشت جان از سوار و ستود
جهان دارد هر یکی یاد کرد
که یک خسته زان ای سر بر نما
ز بس گرم بفرخت گیتی فروز
خوش است که در خالی کران
کباب از بر کباب ران بره

نوع

نوع

نوع

ز هر کون شربت ز هر کون غلام
در آن چون سپیده خورشید
جهان بوی او و شیوار مرد
یکی بهره برادر پیوستش
سوم بهره با مرد آموخت کار
سخن گفتن از کار و بار جهان
مر گفت پس او پیوده ایم
کنون جایی گشت از دست
سخن راند از او و دشت
بد گفتیم ای آسمان بلند
بمد بادل خرم و شاد زنی
فلک تابو بر مراد تو باو
تا ملک یکجا به یکجا باو
جهان بگفت و نیک بهر بیت
بخش اگر نیک اگر بد دریم
خدا بنده است فریاد رس
ز غلام مستان بظالم بده
پند می که یک تن بود از شما
یکی را بزرگی دهد و یکی را
و گرنه شما که از فرق حیات
اگر آنچه گیری تر از زبیر

پندیر ای طبع و گوارای کام
که تن ایود از خورشید پرورش
سهره شب روز را بخش کرد
دوم بهره از بهر آسودش
نشان حقیقت ز گردش و زنگار
بر آوردن از مایه نشان
زنج درون تنی آسوده گم
که گوش دول با بند زبیر
که پیدا و گره پیوسته گشت
ببا و بجان افترا گزند
زنج و غم گیتی از اوزی
همه هر چه گویم به یاد تو باد
دل بد گشت لانت پر کاله با
بد زبیر مان باز ماند بیت
همان گشته خورشید ز رویم
که بر بندگانش ایود او رس
به پیود و تن در غلام بده
جغاتی بغیرین گشتند از تو با
که خورد آن خنده زبیر
که این بهره و در فرشت گشت
آوستان که در خود بیاید بیت

لست میتوزم کیری کس
 بها بنویسید کین است
 بدوستم ای مایه سوری
 و در گونه است ادای من
 یکی آنگاه از نامه پستان
 که بازیر پستان بود
 تو نیز آن دوش من بودی
 و در آنگاه از خوشترجاری
 چو رفت از دلت نوی آهستی
 فروغی ز یزدان را و کند
 کنی بر یزدان پس به پیش کنی
 بانی محبت از بهر با است بود
 اگر برستانی که منده
 برسان نباشد دل یک نفس
 تو ای است کردار و یکوشت
 دل و دین و ایمان و است
 به پیش از نه زمان نی زچاه
 نخستین است سخت ای و
 چو گوئی که در طاعت و
 بگذرند یا شود رستگار

فهمانین مدح عالی مرتبه به اظهار حقیقت شهادتین است

یکی با جو روز تن شاه بود
 بهو است چشم خند ایندیش
 همه سبزه ای به چشم داشتی
 بکاخ اندیش بود یک ل فرو
 بیالاکو دارش شاه و بن
 دو بار و می اوچ و در سوری
 و در غاب او گشته شکر فروش
 و در لغش لبان و ما ریاه
 ز نال و کن کنجه آهوی بن
 بگیسوش آهوی چین باغ
 بجز ناپستان آن سیمره
 بهر کج خواب به ناستی
 بشی بر شین می آهست شام
 می و طرب شمع و او ای زود
 به جام اندرون می می جباب
 دفت آورده و ماهی مفضل گفت
 دل نال می روین بر آه و جوش
 بهین چنگ بود می آن نغمین
 زهر سوختار می آهست چهر
 می آورده ساقی و بر یابی سخت
 زمینای می آتش تابناک

فرد رخت در ساغر آبناک

گلگفتست کاش و آتش را بگفتند	و زمین جلیه آبی بر آتش زنده
بت خلقت در بر شاه بود	که دلدارش بود و دکنوا بود
چو ساقی می انداختد سحر ریختی	شکر لب بشد آب آینه سحر
چو پیویدی آنکه بسالار خویش	بیا سویدی آنکه ز تیار خویش
زهی مایه از بهر با پسندگی	می کوثر چشمه زندگی
چو جان یافت از باد شاهان پورش	گرا نیتشان بسوی خویش
پرسی چهره در خوان فرو بردند	یکی آتشدان در گلویش نشست
چو چیده کفایت ز کاشن شد	شد آن آتشدان بگشتش رگاو
دستی بت خوان باز ناسی دی	چو صبا می گفتن میان می
چو شد دید خوان بچشم برانند	بزرگان کار آگهان را بخونم
بسی جگر زد و بسوختی تا	چو آتشت چاره را سوختی
شسته تیار در روانه شد	برهنه بر پا بختنا شد
زنگی دوانی دل پریش خواست	بت خویش را از بختیش خواست
نش چاره سازش بجز زنیان	که چاره چون شود چاره ساز
ز نویدی آن همه بختان گشت	بختشده جهان را آورد دست
کای دادگر جانی بختانش است	و گر چه در یکسر آتش است
بکفرای جهان آفرینم گمید	و گرنه گیری بر اینم گمید
بت خویش را اگر بختیم دوان	و گر کی بستم بت بی روان
مرا دیو روز در حیات گرمی	نباید سگافات آن بپرسی
هنوز آن عابر بر شاه بود	که این دیند زت بختیش نمود
کنیز نمی زده گوید آن رسید	که آن در دنا که در دنا رسید

یکی عطسه بر آن منم داد و دست	که آن آتشدان بگشتش گشت
کنون شاد و خندان خرامش	روان پیشش بنوعی آتشی
چو این مرده بشنید آن ناسور	ز پایی آمد و رفت پیشش بر سر
در اندیشه کاین شمال چیست	با کس که نازیت بگفت
خطابش کای سلسله پاک	ازین پیش و آن لطف نیر پاک
تو را این مرده سلسله است	که پادشاه کیاد سلطانی است
بچیت ستم دید و او ز جرات	تو کردی ستم دید و او باز جرات
زمانی چو بر داد ویدی نفس	ترا این زمان گشت فریاد و سب
چو پذیرفت ز دوان نسیا ترا	ببود و جان دل نواز ترا
همان آشنای حق جستن است	دل از نفس بگفت گشت
بجه بود پادشاه آن بخت	که از آتش و زخمت باز جرات
بکفر اندرون گر بود او کرد	بیا از پا خدایم و بید او کرد
که مگر نه انصاف دره شود	ستم گر زبید او در چپ شود
بیا ساقی آن با و صاف	زبید او بگذازد با صاف
مگر تا خور و اگر شد و بپند	برو و بپوش و از روی بند
زبید او و او را نماند	از خود او خود است نماند

استفسار احوال گروه پیشین از مولف فرست قدس

چو زان بوم بستم سوزی یک	که بنحایت چند بی ساز و برگ
در او بگردیدی پرگنه و حال	سید روز آشفته چون لفظ حال
برایشان بنشیند و انصاف او	که جان دلش جانی انصاف او
ز خواب خوش چون بپوشیدم	نبودی کی بخت من سالت

سخن ز آفرینش هم باز رفت
مرگفت کای مردانش پرده
کز الماس اش چه در قندانه
نخست آفریننده اکا صیبت
چو بر پای بی یقین پای دشت
گرش بایده و ازان باز گوی
ز جنان که برتر شده است آدمی
کم اندیشه شد کای خواندش
جهان آفرین اغرض تا چه بود
بگو تا در این کار که بر چه ایتم
چنان نیستی است شده را کرد
چو کیس بر آورد و داوریم
یکی چون گذاشت یکی با درش
چو شمس ای سمان خاک تو
سخندان و بنیاد و پویش
چو پرسی ز رازی که نگفته
محبوب پاشنی را باز راستی
سخن چنینی پرده رانی چنین
همه زهر ناسته اندیش پس
همه هر چه را بازمیستی نخست
پر آگنده بشنید از هر کی

ز صیوان

بزم محافل

اگر آنچه گویند و گویند
بر بیوه گفتار گرد و دراز
بگویم ترا آنچه دایم می
نخست آفرینش بود آدمی
وگر چه سپید اش از هر کس
کمر چیده و پیشی مهر و ماه
چند با عروستی بایده می
شبستان کنی چون کی تا بونی
ز پوشیدنی در استرونی
چو پر زنده شد خانه و خوابگاه
همیش بود و اینچه کردی است
ز قول بجای این سخن آید
جز این هر چه بود آن چشم
همه وصف انسان بود شکلی
وگر مایه این جهان چه هستی
همه مایه این جهان تعدیست
چو گوید پیشو سپنج بر پاشود
چو گوید بر آشاخ بالا جود
بیک جوده ششیت هستی کند
ز مایه یکی اصل پیدایی است
وگر که همه اش هست آدمی

بزم محافل

کما زنگی از دل فرو شویت
که از گفته و نا گفته است باز
ولی از دور پرده را نمی
کجا هست با و انش موی
همه هزارا ده از بجا است
که اول سپاه آینه آگاه شاه
که غم که بود جان نشد ای می
می و طرب لعل شمع و چراغ
ز نه شنیدنی و هم از خوردنی
پیر و از می آنگه بدید ارمه
ولی دید و بر ما هر و نیست
که در جود اول شد و حق است
ز عقل و ز عرش و ز لعل و شکم
اگر صد خبر است اگر اندکی
تو انامی حق بود هستی
جهان آفریننده بی الت است
چو گوید بخوان مرده گو یا شود
چو گوید بد شک و ریاض
بیک جودش عقل مستی کند
وگر مایه جوی تو انانی است
بگویم هم از پیشی هم می

کز اندیشه از عقل نیز بگفت
و مانند شیشه از خونی حیوانی است
چون اندیشه است سوختنی و آن بر
ورانه اندیشه را در آب برهن است
و اگر هستی از خویش این را
چرا نیم زمین گونه میبان شده
و تو با سخ بر این باشم و پند
جهان آفرین لا ابالی بود
نه از آفرینش غرض باشدش
مرا ببرد اندیشه بی متعین
لمو گفت و این با دگر است
چه دارد غرض بجز جوشان روح
چون خواهد تا باین آفتاب
همه کار را را خدا ساخته است
بنو نو کند راست کار شد
و اگر غرض جوی از کار او
چه دارد غرض با زمین جان
چه دارد غرض توکل لغوی
چه دارد غرض شمس و شب
چه دارد غرض سرو و افراشته
بهر دل سرو کار می و اجابت

شالی بر این گریه میم روست
یکی گنج می پر زده و گداز
همی خوست تا نوشت بیکند
بیاد در خلقی چه بد از زمان
همه گنج را خوست تا آمدند
بجه از که جان بر آرد و کس
چو دید آینه جوش گفتا خوش
ز نیزنگ آن گوهر ساد و رنگ
و گرد آینه چنگ انداخت
همه در پی دگر گوهر شدند
تنی چند را سر به انداختید
و اگر میسر را کردی آن چنگ
بر آن گنج نارسیده جایست
چنان بی ادب با یک بزرگ
مرا نیز ازین گنج بهیسان
و اگر نه من این را زبید بستم
نه نیست بشون خویش خویش
بجفتا ترا بهره جز زنج نیست
نژاد اولس و جهان کبیره
همه آمان که جو با می گوشت
که هست آن چنگ بخت حال

خویشکار

همان گنج گانه نظر خسته سنگ
 بر ایشان فرستاد و غیر آن
 که از شکال او را نهی نشان
 چرا آنکس که گفتا خندان
 گنج روان برزد و سود و نیت
 شمرد آنکه دعوی ایشان دروغ
 از آن دروغ آلوده سستی کند
 پیر خوش گفت امانی آموزگار
 کله گو را غوار را بیگمیشتر
 بحرف مگو خواه بد دل شود
 اگر مرد با بی بر جان مشهور
 دلیل از دلایل آن نه جوید
 و لیکن نباید است این شست
 اگر راه چو بی باخلص جسد
 و گر نه ترا غول از دهان
 بود آن باهی از دوزخ و دانه کردن
 دو ارامی استخوان بود

شنیدم که تماشید و در فرشتگان
 و دلو با و در کوهستان کمال
 شده هر دو شایسته کوه کمال
 چنان بی نظیر و بی کمال
 بر آن راهی شده و در کوه
 دل زر روی تماشید و در فرشتگان
 و دلو با و در کوهستان کمال
 شده هر دو شایسته کوه کمال
 چنان بی نظیر و بی کمال
 بر آن راهی شده و در کوه

که چند می برون از برشته شد
 بر بنید سمان هر گشود
 ز آیین بر ملک اناشود
 که ناپدید مرد از جهان گردید
 غریبه کسی از پنج و سخن نشان
 بر قنبر برون از شهر بدید
 بر شهر نامی مکان ساختند
 بعید و پریش از کوه و درخت
 تقصیر از بدستی رفقا و دشمنان
 باز می غزالان و ریان مرغ
 در آن جبهه بود آهوی گشت
 چو آهوی چشمه آرام بود
 اگر نبرد و روانه دل
 چراغی که را می ستم شستی
 چه از پیش شهر او که آن گشت
 به هر دو گفتند تا ز آوریم
 گفتند یوازی آن پری
 بگوید برقی از شعله گشت
 همی رفتی و باز دیدی زنی
 چو دیدن آن چاکم استوار
 سپردند از صبح تا چاشت

ز نیک بکشور آ که شوند
 خبیر از جوید از برف
 که در ملک افی تو انامش
 شوند اند مردان مردش
 کجا یا بد از رخ خنخی کشان
 و فرخ لیر با سپاه و شر
 بشهر و کرول پر و خستند
 اگر شتند چندانکه در مگذشت
 که داد از بشتن به باشان
 دل آسود و از بارش زنگ
 که بر شک مویان صد آهنگ
 که گاه چندان بود که راهم بود
 ز گیسوی خویان سزا بود
 مرا و را چه حسیه مردم شتی
 به دل از او آرزوی است
 لبی ز خنمی او را فرایم
 بخت از کوشان بعلیگری
 کجا برق خشنده افتد بت
 و موی را فرو منی است
 سپرده هر کس عیان با در
 فزون تر زینقا و فرنگ

بمانند اسپان تازی زود
 تن هر دو تنه بی سبب پیش
 زمین گفتند بیکدیگر خورشید
 بباری بناچار برودند خشت
 بختند از خشکی تا شب
 شب که چویشان برآمد
 بی بازگشتن و گشتن پیش
 ز تاریکی آن هر دو گم شدند
 نداشتند تار و زبسن ادا
 سپید و بوییدار کرد
 و در رشتانده و فشانده
 بریدند بس امانجا شکار
 بمانند بر جانی سپاس
 مبین بگرشته گزینش
 با که تنی چند و دزدان
 کشیدند خشت از تنش بیک
 یکی از دزدان بار دل
 که ناچار و تشنه است مگر راه
 چینی بدو داد و بر پیش
 در آید پس از سستی بی شمار
 ز دشت سر سیمه ناقول

بر آورد آبی که راهی دهم
 که بهستم غریبی بگر خوار
 برهنه رسیدم از راه دور
 قصار را آسمان را بگوشی
 که بودش همه چیز و فرزند
 بدستور می شوی بر پاشی
 که چون دل کند خوش بگر بار
 چو افتادشان دیده بر خج
 به تیار آن خسته پر خست
 پذیرفت هر یک بغیر زدنش
 محبت میان هنر و خون
 چو یک چند بگشت ازین کار
 پس خوانده را و ازین ختری
 مرا و را بسی نگر از نداشت
 ز کمتر برادر نبودش بیاد
 و و پاش ازین آن بندان سپید
 ز راهی دیگر شد بدان شهر باز
 شه کشورش دید چو پاشان
 چه صبا می عیش و طربش کرد
 زمان کرد و فرزندانی شمار
 و زان سو سپه سومی شده آمدند

و

شاه احوال شده و درگاهش
که چون بونی بود با گشت
جهان بدین یکی جادو شده و
نگاه کرده و آن در پیر جهان
کن جلوه و از حیل چشم بند
پیرفته نیز نگ جادوگری
شده شهر بند آن در فرخ سپهر
دل شده احوال شان بر خیزد
را ایشان در شاه و پیر محرمی
که از حال شده نیک گاه بود
پیر گفت سواد بجاد و ستان
یکی جادو و دلی ساز کن
که تا بران نسبت به پیری
فرستاده ایشان نه بر گشت
ز شهنشاه گان جستان چرخ
پیر و پیرین نامه شده رساند
فرستاده و میرا کار برد
بیاد آتش ملک و بوم پیر
بیا بی فرستاده و سر نهاد
که آینه دل بر پیر و دوستی
که از آن رفت با پیر شاه باز

نخستین آفت و آفتاب گفت
باید کنون از پیر جادو گشت
بجام جهان بدین نظر بگذاشت
در افتاده و در خط جادو ان
پلاسی بر ایشان منور و زنده
اسیری بر ایشان شده و زنی
فراموش شان گشته شهر پیر
ز غیرت چو آتش که بر خیزد
فرشته نهادی خیمه می نه
همه که پیش کرده شاه بود
دو آژاده از بند جادوستان
بشهر اوگان خویش مسکن
ز نیز نگ جادو می شان اتری
که با جان جهان در کشو گشت
ببر در همه حساب جادو گشت
فرمانده می چو آن نامه خواند
که از دلش نقش جادو تر
ز پیر چون نهانش از آن بوم
که از پیر تر افروزیکی و باد
ز شهر و پیرا که ساخته
که با هم بر ساد شاه و باز

نخستین آن برادر که گفته گشت
بسی گشت کردی هم آگاه شد
بر آن گشتن پس گران بنیاد
تیر پیر با سوغی او را گشت
پیر گفت ای پیر شاه جهان
ز شاه و وطن دل پیر خفت
کنون و عده با گشت گشت
که شاه چشم چشم بر آفتاب
ترا شاه بی ملک جادو گشت
ترا باشد ایوان باز رنگار
چرا بوده با پیرین پانی بند
چو شهر او گشت زنده گشت
فرستاده گفت ای شاه
چه دیوانه خوانی که این نامه
ز پیر تو این پیر پیر و پیر
فرستاده شاه را و پیر
بر آفتاب سر و بران از بند
پیر شاه و پیر پانی پیر
که ز پیرین فرستاده فرود
فرستاده و سر و بران این بود
که با هم بر ساد شاه و باز

ز شاهی که با جاده کوه نشان	کجا در کجاست سبب نشان
بختار شه چاره سازانم	چلیت در این کجاست
همه را ویدوده ام یک تنه	نه است و نه نیست
بهر خستی که بسیار	بمن راه کوه کجاست
بمن آنچه شد و او نماند	در این کجاست
را ایدون بیانی به راه من	بپوشی پیش به جاده من
به وقت عاشقان کجاست	که ترک کی و افسردگی کنم
گیر و بین سبیل و چشم بند	که آگاه دل به هم و بیخود
فرستاده گشتی شایر کجاست	کنون سبیل جاده کی میبری
زیند من از جاده و دی واری	گدا فی دمی باز گیر می شوی
و اگر اندر زمین نشنوی	بفرمان سالار من بگردی
تبرک تو خیر و نکوید می	پس در پادشاه چه دید می
دل گیر به همراهی من شوی	به پندارت کام و شش شوی
و گرنه ز تو شه شو و کینه جو	فرستد یکی تو خیم و خیم خوی
سجود می نمیکند تا بهت کشد	به بندگران زمین کتابت کشد
بر آشفست کی بخور و روزگار	با بر چه شوری می روزگار
نه خوشی من گیر و زمین ملک و	و گرنه شوم خشم بار کرد
بفرموده اندیش از پیشگاه	فرستاده با پور شه تدبیر
چو آمد پشاه گردن فراز	بگفت آنچه را گفت شنید با
پدر پور خود وید و بنویش	بر او رنگ خود و با گماختش
ولی عهد خود ساخت و بیدار	خلافت فرادادند زنده

به پور کین بر بیا شفت سخت	که ناپاک دل گشته و تیر سخت
یکی ترک در خیم پشاه ورا	تیر کردن جان بدو او را
شسته لبی قلعه جاد و دان	بسی سرکشان شسته ز و دان
بگفتا بروم کشتنش بیار	به دست قصوب کشتنش بیار
که او دشمن مانده و نماند	سزاوار و شایسته شد دست
چنین کرد و قلعه شفت سخت	بر دلووم جاد و بهم شکست
بلک شمش بر دنا خواه خوا	بر ندان سپردن من گناه
ندانه شد از برش اندک شد	و یا از عمت بش چه بد گشت
ولی دانه آتشاه و لا کسر	به پیشانش بلفظ بودی
بیا ساقی آن با و در جام پر	ز جام فرود شو می رنگ ستیز
مگر تا که استیزه از سر نسیم	بپای نکو خواه مسهر نسیم

مرحبت این مقصود حاصل کرد در نیم آنگون

از آن مرز چون مرزبان ران	بجای که دهانش و دهان بوزن
یکی سرزمین بود چون نه بهار	همه کوه سار و همه چشمه سار
به پیش بد انگونه کاند و دونه	بکر کین نیاز آمد می نیم دونه
شده چشمه اش در کوه از رنگی	که ارا تر از چشمه زندگی
خوشی گر یکی کوه پر و در بود	خورنده بیک آبها را بود
بود آن گشته از تیغ کوه آباد	در شنده چون افسر تیغ
تو گفتی که چه به از آسمان	ستاره فروخته از کشتان
چنان سر و کز می کنم کزمن	نماند و گر گریسم در من

در این کجاست

ز بس بایگان که هرگز نیست
 گنارش ز بر گشته گل رفته بود
 ز تری بس مغر را شاد داشت
 نه هر سو بدستان بسی مرغ داشت
 ز غم در قنار پر برگ و بر
 در قنار ز یک سو گل ایوان باد
 دو یار پیشیمان از رده اند
 خندیم در سایه مار و نون
 وزان پس خورشید ساز کردند
 کزین شیشه سار از گلش چین
 سه روز از این جا که بگویم
 کزین که کار می بایست
 عیت بنوازم بر سپیدشان
 همه هم زبان بر کشوند لب
 که گیتی اندر دوا تو باد
 نهانی کزین بوم گردون شود
 گیتی که بر آسمان بر گشت
 بر آسود روشن اش چون
 که دوش چنین دولت و بر
 وزان پس مرا گفت کاش می بود
 بگو انچه دانی که حق فاش به

بدانان و ان گشت جگر می گشت
 ز سرخ و زرد و سپید و کبود
 تو گفتی مگر با و با باد داشت
 ولی زانده در پنج سرخ داشت
 همه داشت پر بذر طاووس ز
 یکی مغر داشت هم آمد بسیار
 که در آشتی سر هم بردند
 که از تشنگی گشتی آسودن
 چو پر زده شد گفت روشن دان
 ز بودی شیشه است چو چین
 بکارم سوخی شول جودیم
 نه انم جز از کتران حاجت
 نهی کرد از خود مرا می بینان
 که در زمر اوت بینا داشت
 خشک آن چو کین با تو باد
 همه با یک شکست و آوا می و
 بیزد اگر چه دعای تو داشت
 نهانی همه مگر نزدان گفت
 دل کو که ای رفیرمان بر می
 بیاتما چه داری زانده زنده
 نهانی زانچه در دل هست

کشودم سر دج گوهر برشت
 پر گشتم ای آسمان به درت
 جهان کمن را تو با داجوان
 تناسبا ز پرستار می اورت
 بجز پاک پزدان مده و جل
 ز دین خداوند بر دار پست
 نه دین و دار فرمان برستی
 ولی برنی از ترس می بگیرند
 اگر دمی بویی بهشت و خوشی
 گروهی سوم زین دواند پیشک
 پرستاری داد که مشه شان
 پستند حق را دست کشند
 اگر دوزخ افزشت کو فرزند
 بهشت آینه کو می و از خون
 اگر هست شان سود می ز تو
 ولی فارغ از آرزوی بهشت
 شکستند دل تا در آید خدا
 گیرند در پیش تیرش سپرد
 اگر در پیش دوا و شستند
 شنید این سخن چون سحر از اثر
 بگفتا به بر خیزد از پشت خاک

فشاندم که دای جان پرست
 فرشت جهان ای جان پرست
 سیاد این سخن خالی از زبون
 که تا بنده کرد این چنین است
 میزدانه بر صورت آب و گل
 که دین خدا پیشگی مهر است
 بود که قرآن کو فرمان برستی
 سیاد که فردا چه دوزخ روت
 کشیدست پای از ره سرشی
 پرستند نه از طمع نه ز پاک
 نه از نیک نه از بد ز شین
 که از با و نهنگی سر خوشند
 که او آتش هست بیکانه سو
 بخوان کس همه دار از زمین
 و اگر دوزخی هست به بوی
 که با دوست خوی شان گفته
 که پای جز او در شکسته بنا
 و اگر نیز گیرند سینه است و سر
 و ران پا در آرد عصا و شند
 زمانی بچوب پوزانده کرد
 کز و سود جوید خدا و عباد

ایست

نیم رسال

بود و گر نیاز رخ خاوندی است
 و گر ندگی باید از کست این
 چو بایز فرستاده نوکرانش
 بناچار باستی از بی شمار
 بگنجم فری ازیت گفتار لغز
 خدای نیاز از پرستش است
 یکی خفیه بی منتی گسترده
 گرفته فقر مایه ت بند به باش
 چو گردن کشتی او نیار و نیان
 گناه تو بروی نیان کی بود
 چنین است کار تو را زش برجا
 چو در یافتی لذت یا منتر
 کنون پرستش بخوبی سبب
 تر خشکی هست تا در بری
 بهر آن کنی آه و زاری شتر
 بهر فرستادن بی شمار
 جهان را ز هر یک آواز هست
 فرستاده چون یک یو و یکی
 اگر صد هزار آید اندر شمار
 ز ستاده که کردگار آید است
 منت آنکه داند خورد و بچ

لایحه ای از کاتبان درگاه

و گر آنکه بخوبی ایشان روند
 سیم آنکه با هم نیارند کین
 ز گفت و شنید و داد و ستد
 بتدریج چون باز گوین جهان
 یکی را در آن جا می تو کند
 و گر با جستی ز دانش وری
 کمالات ایزد پراندرست
 از آن هر چه را به آدمی است
 بران پایه چون آدمی بشود
 نیمنی که این پایه چون با گفت
 و گر سواران گر چه دیده اند
 با ندازه خویشتن هر که هست
 چو منزل ندیدند ستاده اند
 رسول عربی بن منزل سپید
 خبر داد آن که آگاه نیست
 و گر هر که گوید فریب است و بند
 چنان که سپارنده را که من
 از آن مهر برزد که او گنج دین
 کسی کو بر آن گنج گوهر نزد
 تو نیز از بدان گنج خواهی دان
 و گر نه بانوس خرابی نشست

در این رساله از کاتبان درگاه

بیان شاهی قتل و قتل سلطنت ابد و شاهی

یکی پادشاه را سپیدار بود	ملک اندیش میر سالار بود
ز فرست زده بر ملک بارگاه	کله سوده بر طارم مهر و دام
امین بود و نام دل و بخت بار	شش داده بر ملک خویش
اگر دشمنان شده از دوشی بخت	کشیده ز او رنگ شان سرگون
سر به گالان شمرست او	همه جزان شاه و دولت او
خود انداخته نیز گنجی همان	گهر و جگر برب تاج جهان
ولیکن پیشینه ساخته	با یادی گنج پر دست
بهر چاه جهان یافتی و شایخ	گهر کردی و بر فرومی بگنج
فراوان سپهر است فرخ سپهر	سراسر گنج پدر جیسر
که اندر جوان را چو گنجی گنج	ز خامی به بود و ساز و گنج
ز نام و ز نام و ز نام و ز نام	ز خواری نیستی بو اماندگی
ز نام و ز نام و ز نام و ز نام	که او مایه عیش و سرور است
بنیاد و آرز که با خود بر می	نه یاران خور و خور و خور
سپید و خست از جهان است	مرگفت پنهان یکی گنج است
طلسی بر آن گنج است و می	که کشا پیش بر سیس اوی
خضر و شاد این طلسی و شاد	ناید بپوشیده این گنج و شاد
یکی سر و دارد که میا کند	همه از پنهان بود و اکتفا
از آن سر و دشت و شاد	همانی سر و دشت و شاد
پس از زمین گنج از ساز و دشت	گفت و امن خضر باز آرد
راهی شدن و تو ملک تقا و اطلاع و بی و بی و بی	

بخوانند

بر خزانده که ذخیره بود و بیست

بخت این پس دیده بر بخت	بدیدر سار و دست خندان
چون با و ده گان بی پر و اند	بنج اشک خندان بر پشاند
بشاد جهان هر یکی را نظر	که بخشد بد و جانی گاه بد
شده آن پایشان کمر و می	ولی کار دل بود و باز و توغ
چون از کجا را می پیر و کجا	گذرن از کجا تا پشیر کجا
بخت مند چون با نگاه پیر	بزد و دست هر یک کجا می
بمخور و می چو کس باز و پیر	کجا و بزرگی هنر و ر شود
سرازمی پیران خود و می	که اندر بزرگی شومی گیباب
زمینی که در و می اندید است	کجا در ببار آور و کشت نو
و خستی که آسب و حقان	از آن چوین ان میوه و خور
چو یکدین گزین گزشت اگر و	و دست می پریشان شدند و شود
پر آگنده و با نیاز آمدند	پیر جبارگی میاره ساز آمدند
از ایشان یکی بود و سال	چنین بخت کایوم گشته سال
پس این و خستی پس این گنج	بیا و بکون گشت و میای گنج
بگویشیم و از خضر جو یا شویم	که از گنج گوهر توانا شویم
به بیچاره اش بر کشود و کام	که کس بر محالی زانده است کام
پیران اگر دشت گنج کبر	چرا اگر و بیگانه را با جنبه
گر این گنج بود می نه پیر	کز انسان پیشینه شای
و اگر هست گفته است خضر	با پنهان خضران کی است
نه پس رنج و خستی بیچارگی	که با بیستمان بدین آوارگی

سپید ز اوان زان بوم و	فتادند هر یک بکلی دیگر
هم آنان که گنج گران داشتند	و نو قصر ایوان برافراشتند
بند رفت گنج گران و جاج	نشستند از تخت و تخت حاج
همه کرده اند که بر شا بهار	که بنید و جام افسر و گوشتوار
هر آنکس که اد گنج گوشت داشت	در آن بوم و بر یار یار داشت
پیشانی داشتند و آن یار	نخامی نشست و سامان کار
تسائی او حاشانه بود نه	نیازش بود بر اندیشه و نه
در آورد سر به همه در و نه	بشاگردی مرد و گنج فروز
بعد محنت و دور و درخت	شبی بود و میکرد و روزی
سرایش که اندر زباز داشت	از آن گنج سواد بر داشت
اگر رنج بر خود روا داشت	پادشاه گنج بقا داشت
هر آنکس که از رنج دین داشت	چنان دان که اد گنج گوشت داشت
بیا ساقی آن سر و چشم و نه	که دنیا دست اندا و گردن داشت
بمن در که روشن گنج جان داشت	شوم که از گنج پنهان داشت

جستار

رقن شیر خفت آمدن نور می تو غم میسازد و زانو	دوم روز سر کشید آفتاب
ساره رخ بست زیر آفتاب	در آمد پرواز بازی عقید
وز و بویگان جو اصل مید	یکی شیر بست از بنیان کد
ز تری هوا گشت چون از کد	ز باران شبست از رخ کد
همه دست نهفت در لاجورد	هو اصات شد چون از کد
زمین پاک شد چون از کد	

شده کبک در خنده آه و بلغم	ز لبش عفران نهد و در کوه و
درختان شقائق چون نشان	همه کوه از گشته کان بخش
هو اطر سائی صبا گفروش	شمال معنیر قفل فروش
ز سفیل چرا کرده آهوی چین	شده ناله نشان در آتشین
جوان بخت اشد هوا می تکار	طلب کرد و ترکان بازی هوا
ز شاقان کشیدند بر شتاب	سک یوز و شایین شایع و
پیاده فرستاده دیگر گروه	لیه کردن صید را تا بکوه
خود از دامن کوه را انداختند	سواران برش تاشد و کند
ز دراج و تپه و چوب و کور	نگه نند و بستند تر و کور
اگر زان شده شیر با زور زن	بسا مان گوزمان ز چرخ و کور
چو شایین ز لب خورده و کور	بر آورده پرشته و کور
ز هر سو سنگ فکند شیران کور	ز پهلوی کوران کور و کور
ز بیم یک صیدت شتاب	چو آهوی آهوی خرگوش و
بختیگر کاران چنان گشته تنگ	که جسته کشاد از کلام تنگ
دوان در باز چو پیروز شد	بگری سومی پستی و کور
اگر چه بر صید بند می نهاد	ز هر صید و گروش پندی نهاد
نخستین شیرش بیا و بگوش	که اسی نامور مرد با فرو نهاد
اگر شیر با شتی مشو و کور	که سوری شیر می رسا و کور
که زانش چنین گفت کانی کار	ز خود و نه می ستین و کور
سن از چوب پند و پرور می	که شیر پند و پرور می
ز رویش زورش ایندستان	که رویه باز است گر جهان

و ده روز از کور کور

ز خروش بختیگر گامی نماند
زهی نامداری چنین بپوشند
بمنزل چو راندند از آنجا آمدند
نشستند و خوان بریان پیش
ز بیگانه پر دست چون این
مرا لغت گوهر بر آزار نهفت
مگستل گفتش گامی ز نه
ترا دیدم امروز در خوشتاب
بسالی گمرا که سفتی برش
برش از مکافات خون فیت
مشوباتن بی گناه کینه خواه
بنون ریزی ناتوانان تن
ترا آنچه بر خو و نیاری سپند
شوقه از پهلوی لاله زن
تو از پشه خیره کرد و دست
بنوش کشی گشت فرو بر پیش
مگر ناتوانست در داری
پرا ز لیشنه نام و چون شفت
همه نامرستان بار کن
همه نامه آسمانی بخوان
که فرمودمان با بیکریم بهر

ازین خواب ز گروش چرخ آمد
که گریه ز پشه در گروش چند
چند لعل گون کرد و باز خون
بر گشته میان باز و دمی خروش
فرس این بختیگر بپایه سخن
نهفته بر آزار آنچه باید گفت
بنون خور و دست سفت نیم کرد
چو دشته بختیگر چو شد باب
هاتان بیداری از گیش
ز آرزوم روز به این است
میلا می از خون تن بلیکاه
مگر آنچه توانیش داد باز
نباید سپندیده پرستند
مکن پهلوان پهلوی دیگران
که یک قطره خون کید از برت
چه سازی با دانه جرم خروش
تبرس از توانایی داری
تبه نامر این بختیگر گفت
که این بختیگر ایشان نمائند
و که قول بپایه از دوان
بهم از صیغه زبانه بپایه

بدر گفتن ای سرور دست
شکارا فکلی باستان نیست
بمد چون داد و سپرد ده اند
چنان خورشیدی که چرخانو
ستار و زبردست بر زیر دست
بهر چند گاهی شدند می سوا
شدندی پلنگ گلن شیر گیر
نه تا پروانند پهلوان
و گمانه آسمان شنوی
که از صید اگر بپایه است
دل آن شریف در پاست
شکارش همه اش تا گمی است
بجو گوهر و دانش از و
فراهم کن اندیشه از دست
بجودل آن شست چون فکلی
چو بر صید صحرای کشتی تو
بمخومی حامی بپایه دست
همه امنی رشت و به خوسی به
درین شقت است از گمی
ز گروش گندی گفت با گیر
همه این روش از دامن بد

بنقر می سخن گوئی با بخت
ولی بعد از آن از بی با بخت
تبه پیوده کس از بخت
بر آسوده باشند از بخت
نیاید شیران بپایه دست
بی داد خواهی نه بهر شکار
که بر کور و آهنگ بپایه
نه پشت گوزن سرین
باید به معنی آن بگویی
نه مقصود کور است نه پای
پای چو بپایه بیکران
سر است بر کس از بخت
جز آن صید ازین بخت
که چون بپایه است با بخت
همه صید معنی برون بخت
همان هستی تو است صحرای
زدستان کین و به بخت
فراهم شده در دامن بد
خستین با سپهر و شوق
ز اندیشه تیر بپایه
چو از بخت خیالات بد

حکایت ازین صید تن پرور
 همین معنی صید بحر است و پر
 برین صید اگر او قدر را تو
 ز قول پیبر شدی چار باز
 که هر کورین اهرم دست فر
 بس است آنچه گشتند از آن شوم
 نمکولی نبی خود چرا می مزید
 تو ای نامور مرد و ز دانش
 کسی کو خود از عالم جان چو
 خور و اسکا نش شود و لا مکان
 نه چون ما که بر روی کین و کیم
 کسی جان بیا کی نبرد و کیم
 کین نخبه جانی ز خود بی گناه
 اگر از گله کم شود گوشت
 و اگر از حیث یکی از حیات
 چگونه خدای که جان میدهد
 یقین دان کرد باز بر روی
 جهان را سراسر می مکافات کرد
 که بداد آسان نایب نیست
 بگویند ای بی ناز و ناز
 بگویند ای بی ناز و ناز
 بگویند ای بی ناز و ناز
 بگویند ای بی ناز و ناز

بزم رحمت
 بزم رحمت
 بزم رحمت
 بزم رحمت

فرود خوردن خشم کین آورگی
 نه پیوده آزدون جانور
 بخور آنچه خوردی گوارا تو
 نه بینی پیبر چه گفت است
 درون کور جانور نباشد
 چرا خوردن دیگران دشمن
 که او بخت که جان بدش نیست
 بخور و بر کن کار مردان قیاس
 بدان اتمه منت نمکش خود
 گشتد تا گشت زنده اش جاودان
 از آن مرغزارش بدو فریم
 که بر جان پاکی نیار و زبان
 چه بختی و بی جان کند خور
 شبانش بگوید بیست و بلند
 شتر آرد و نگاره را باز خور
 ستمیده را در زبان بیند
 که خونی بجز بی بشتوید بی
 بگرد و بی تا توانی مگر در
 و بی بخت شما نمی کنی بخت
 بگویند ای بی ناز و ناز
 بگویند ای بی ناز و ناز
 بگویند ای بی ناز و ناز
 بگویند ای بی ناز و ناز

همی بخت دل او می شوم
 بسی میل دل آشتی باشکار
 چه غم با دلش کردی غم
 همان چو زه از بختیا تر بود
 لب از شیر نداشت آه و بره
 نیامورده اهل از ناز و
 زمر زمرده لب از سبز و
 تن از چند غم نکرده کون
 بگردید تیره همان بال و
 نماند از آن بوم کیم با تو
 پی صید می گشت روزی بگو
 دل از دیو مردم بهر خست
 زیاده و اسینه اش کرده
 ز پوشش یکی عاقل نهاده
 بقاری دکان کوه جا ساخته
 لبش اندرون کرده چو شتر
 خمیده قد و ناتوان و نزار
 شمش باز پرسید کامی پرور
 ز مردم چرا روی بر تافتی
 مگر دشمنی دار می اندر یار
 بگو تا دل از روی سوز است

که دل بند می اورا نبود
 بزم روزه جز این نبود
 غم از دل شستی بخون
 که شاهین شاهش بگرفتند
 که تیر شمش بجز روی در
 که آتش شد می تر شمش
 که گردش شاهزادان و
 که بردیش خوا لیکر شایان
 که شد کردی از ناز و
 ز بیداد آن شاه بیدادگر
 یکی پی پیش آمدش تا بگو
 در آن کوه باد و دود ساخته
 هو را بخمن بر او شرف
 بان شده بودش از ناز
 چو آهوی برگ کیم ساخته
 بگو اندرون مانده همچون
 بلالی است گفتی بر آن کیم
 چه ساز می این کیم با گرد
 به پیغوله با خول شتابتی
 که از بیم او بی دریا کیم
 بشهر آبی تا با کیم ساریست

بزم رحمت
 بزم رحمت
 بزم رحمت
 بزم رحمت

بگفتا بلی خصم دارم بسی
مرا دشمنانند همراه طغیش
و بشرا اندرون بیست ایشان
مرا نفس آرد و دوش منند
در افشهر است آن همه آتیا
فرا هم جو آیند حیره شوند
چرا ز هم جدا افتند این نفر
در این کوه این هر سه در بند
برید و بد و روز بردن بسیر
ز خولان کو هم نباشند پ
چو آگاه دل یافتش پادشاه
که گستاخ اینجا فرستاد ختم
دو بگفتش بوسید و در کشید
برو گفت کاسی پاک آن گز
که بر من بخشید خداوند من
گرامی یکی نور بخش مرا
شود از گلی هشتن آرمی
چنین گفت ایزد و بد نیست آن
شب آمدش آمد با یونان
بای چهره آمد چو سر و سبی
از آن بر میان صفت کشا

بگفت

چو شاه این رخ بر کو هر گوش کرد
بختگان بخشید و در امش نمود
ز شادوی برافروخت چون بهار
بشکرانه آنکه او چاره یافت
از آن پس که آمد به خجیر گاه
صدق دید از در پر خجیر
به چسبید و از در و شد تافته
بدگر بستی باز پرداخت شاه
چو چندی شد با منی خجیر کرد
پنچین باز شد باده شد و پیر
شب دت بردت بر آسمان
همی گفت با کاهبان داورا
ازین پیش در دم نه بود و بود
کنون فیت سرایه از دست نیر
همی گفت و نشانند چو چون
برو بخشید نیر دان نشد
چنان دید که اندر یکی مرغزار
در آن مرغزاران یکی بارید
یکی انجمن دید پاکان
همه نوجوانان خستاده بنال
یکی چاک پدیدش استیج تیر

بگفت

همه در دوا اند فراموش کرد
نخواهند ز زرد و کوشش نمود
بسوز قنادش هوای شکار
باز از بیچارگان بومی یافت
شد تا شبستان بدید راه
یکی یکپنارس انداخت
ولی بی خبر کن گویا یافته
ز شد بار و شد فروزنده ماه
سموم از نهانش فروخت
نهال امیدش نشد بارو
ولی پر زرد و ولی پنهان
چکر دم که ناکام خواهی مرا
ز مایه زیان بود و نه سود بود
که سودی نمیدوتم یک پیش
ز لغت درونش همین لالکون
بخواه با مدون شود این زود
سواره همی اند بر شکار
درون فیت از هر سولی
گر و همی دگر و دناکان
به تن ناتوان و بدون
یکی یکپنارس انداخت

یکی سینه اش خفته بیکان تیره	یکی دو کند مستم دستگیر
بر سینه کین قوم شود زینیت	بهمان ناتوانی بدل نکشت
کیا تندر و از تنه که بستند	چنین خسته بران از پیش بستند
یکی گفت ایسان زخم تواند	ملک اده اندو گوید بپایانند
مر گفت در دهر فرزند نیست	وگر کسینیم پستان است
یکی گفت دست زده تو	بگر گوشه گانند و بپند تو
که گشته اند و نار سیده هلاک	ز زخم تو تن شان بی چاک
بر آن زخم که کین دمی شکار	بنوا و گان تو ز و گردگار
هر صید که پا در انداخته	یکی تن عزیزان بر انداختی
نمائی بین هر کرا جان بد	بر آفرینده یکسان بود
خدا شنیدی که فرزند نیست	تبار دوزن خویش میز نیست
از آنست تا که زور و است	نیار و ز کین نه و رازیر است
سکافات نیر و ان کاند نیست	که چون نبود کار خداوند نیست
چون خلوق را را بنوا بی شکی	کشد از تو آنرا که باو نمی شکی
شمار تو را بر حسب چون شنید	که گشت حیرت بران که زید
سگ و غلب کرده بر شد سوا	شد اندر بر سر و کوه سار و
یکی گشت حاجت درویش	بپایش نهاد آن سوزش را
نیا پیش کنان گفت آن مرد کار	مرا این خسته را تو بپیش آشکار
کن این پس نیاز از او از غریبی	پشیمانم از کرده خود و پس
بشنید و ناواب کشتان	ستم پیشه را از گنه تو بداد
و عا کرد و شنید و از دوزان فرزند	خزونی آنچه بر دوز سگار و دوز

در این کتاب که در این روزگار
در این کتاب که در این روزگار
در این کتاب که در این روزگار

تو نیز ای که اندیشی از دواگر	مینه ریش از آردن جانور
درین حالت که گریه و دعا می	تبرس از مکافات و دیگر می
بیا ساقی آن آفتاب شبان	که دشمن بد دشمن کند مهران
بر و مادر گون کنم نکیش خویش	نکونی کنم با بیایریش خویش
در بیان باران بهدم و باز آن شهر یک است	و بقم که بر حجت
بر خشم و ز کار حیا تو امیر بدید بهر جمال عیش	و غم
خاک از کار می که برنج و غم	شینه سوده یاران بهم
بی بی غیبت یکدگر	یکسان دیگر می صاف نشنود
کو اراسی نایک بی غمی	و لاریستی گشتن جسمی
یکی آتشی گشته اند شمسوز	یکی اختر می گشته مجلس فرزند
سر اینده نغمه اش جان فرا	نوا زنده از غمدهش غمزد و
یکی مایه عشرت آواز او	یکی برگ ساز و طرب ساز او
همه مدلی همزم هم زمان	بر آسوده از کار و بار جهان
دسی خوش بهارند با یکدگر	که انجم خود نیست کس شر
سیوم و چون ساقی روزگار	بر آورد این جام بیا قوت سا
بپاییده کیسان شباه و گدا	از این جان نغمه انجم اند و دا
بفرمود بر می خوش آرستند	زنده شکران کام جان خود آستند
یکی چشکی در زمین یک شست	که جاندار روی هم در اینک شست
که از منی از منک غم خورد و بود	دسی از زخمه یکدگر رسان بود
چو در پر و کین سیاوش زده	از آن راه گل راه بلبل می
چنان ساختی بر دوش باد	که گمش را گشتی از دوش باد

در این کتاب که در این روزگار
در این کتاب که در این روزگار
در این کتاب که در این روزگار

بید گفتم اور بهینا و بس
 سینه می پی شمع بدو هست
 دل گفتم بخت جفا کی گشت
 چه بید و میگویی این نصیحت
 که باغالی از اوست تا مل بود
 که باغیت یار از تو بر توی
 بجای بر افروخت تو گلی
 توئی که بود و سوزی افروخته
 توئی آنگه زینجا جلوه ساخت
 زنی تیر در آن تیر را خود دین
 زنی چنگ آن چنگ را خود دین
 تو جام تو صبا و تو می گیسار
 خود افسانه گوئی و خود افسانه ساز
 که تاب آور و چون شودی جبهه
 که پا می با حمله زره شیر
 چو آن نرم فرسوده انجام است
 سر از زلفت انداختن کجاست
 سمنها بگفتی پس معنوی
 که بی خویش بودی نه شای
 تو گفتی کفنه یکی پیش نیست
 یکی چون بکیرم هزاران شود

چسان بگفت ای تو هم عذیب
 یکی چون بگفتی هم در شود
 بدو گفتم ای سرور پاک مغز
 بیرون چسان کرد و گفتی
 و لیکن چه خواهی کند مرزبان
 و لیکن بر این چه آواز نیست
 نه از این ره تشنه نیاید
 که آزار آرد گلی شاد و ران
 گلی را تشنه نیر و گداهی
 گلی راه کل که شود خوار کن
 ازینها گذر کن ز چنگ زنجار
 ز بوق و ز طبل و زیل و غیر
 ز مرغان چکا و دند و نهزار
 و گرنای خوش نغمه آومی
 همه چه بیتی جز آواز نیست
 چنین چه بیتی همه هستی است
 نبی بجز هستی اندر جهان
 همه در جهان چه بیتی از راه
 چه از خود نیست و چه با دوست
 جهان بجز هستی است یا نیستی است
 اگر هستی چه از خودی
 چسان بگفت دست او هم عذیب
 هم او آفتاب هم او زرشود
 تو گوئی و پرستی سخنهای غمز
 که گویند بهش خود را نه گفت
 سخنانی خود را شوم تر سخن
 و ز آواز نیز نغمه ساز نیست
 گلی غم گلی شاد می فریاد است
 گلی دلکش و گاه پالیزبان
 گلی کین این گلی چندی
 گلی زهر آنگه گریه و نه
 سه تایی و پنج و زنگ و سا
 شش و هفت و بیست و صد
 شبا و روز و بخوان و طوطی
 که ز آواز دانه و دور کی
 چو دیدی باه گمان بر بخت
 اگر خود بپندی اگر بختی
 ز آب ز خاک ز سبزه ز جان
 بخوبی بجز هستی ای نامجو
 ز هستی است سلاطین و بخت
 بهیمنین و نه و ناخود نشود و نیست
 ز گریختی بید او ان کس

بزم محال
 بزم محال
 بزم محال

ببین تا خود از این دور جویی / گفت است سرایه از نیستی

حکایتی بدین امی نه قبل و نه پس / فرمود بسوگن اچو مرد

یکی نامور بود در پند راسی	بهوش بدانش بفر و برای
چو خوش شید تا بان بر شوین	چو کیوان بسی درش بندون
خداوند دست دل زو زو	ز جوار مهرش گناه کس
بسی سرکشان اسرا نخته	بسی دشمن از پا درانخته
پرا اندیشه جانفش زو زو	در آن چو کز و جی خوش تر
همه در دلش کافریش بریت	کسی کو در این تن نم گفت
سر و دست و پا را چو یارانی	که من گوید آنکه چنین ناتوان
نباید خود این گفته تیر از جوی	که چون تر جان گویش نسا
جز این نیست آنکس گفت چنین	باید می جست از مردوزن
و اگر گفتی آن کین هم گفت است	چو بید و تر است این از گفت است
ز صورت نیاید که گوینم	چو معنی بود چو نقش پدیدم
چو پنهان بود کس که دانم کرد	هر جای که ما بهر جای است
نیارم یکی گفتش در پندار	که هر جا که گویند دار شمار
اگر دیده بود زو زو زو	هر جا که بینی نه بینی جز او
هر جا که نشوری یافت هست	بخواند سپید و پند و پند
نه بس در دل ایگویند با پند	ز شاه و فرماندهی بازماند
هر ماه و میل روز خلوت گزید	ز اندیشه و روی طلب بود
چو از حد شد اندیشه و جستجو	خداوند نبود دراهی بدو

در این کتاب است حکایتی که در این کتاب است

چنان بیکه آمدی در جوش	چو بار او نهوان گشته کش
نه رنگ ز کار آگهان جهان	که بودش دی فایز از آن
سراسی سوده بر آستان	که تا گشته از زمره رستان
بجان برده من منت ما و کان	که از ساوگان گشته آواکان
که ناکرده خدمت بر داند	نگرد و کس از خیل مردان مرد
شده صفت شد نیز دیک شاه	که روشن کند جان تا یک شاه
بگفت اگر شاه را در خورم	شعبه یکی مرز بازمی کم
نمایم بسی نقشها و ل سپند	که بنیده زو کرد و اندیشه
بساط فرم کارم پدید از زمان	اگر راسی اراخی باشد پند
نغم گفت و او را اندامی بود	مگر تا کند از دل اندیشه بود
چو گرفت و شور می از شهر یار	یکی نمید افروخت بس استوار
یکی پرده او سخت در پیش او	خود اندر درون رفت بنگام
در آن پرده هر گونه محبت نمود	که شده اول زبان گفتی ربو
همه بستان سیمانها بر سر	سر سیمان در گفت سیمه گر
نمشت از پس او که در آشکار	یکی مرد بر صورت پیشکار
همی تحت را فیه میر میستاب	بشد و پس در پس باشتاب
در آمد بهر اهل خواجده اش	همه تحت زیرین کاف و ترش
ندادند چلوئی هم استوار	چنان که بود و خوشه بر یار
و صندیل با خود نمید نشان	بسی بختی با رکش هم چنان
و صندیل تازی نیز بر تنام	سواره همه ترک نه می نام
چرا و بسی تیغ بند می گفت	بر آرد و بر سوار است صفت

وگر چو شادان بلند رفعت پیش
وزان پس ریل شاهی هوا
فرز آمل و بر شد بخت
وزیران ستادندش از پیش
می رود در لشکر آورد باز
گر و بی برقص تپاده بیار
یکی شن آرت بر روی شاه
زاو رنگ را می اندازد بر
در آن می شد تا بنید کیمیت
چو دید اندران چو پیا پیش
همه لعبتان گشته اورا زین
سرشته در دست آن جلوه ور
همه داده در پیش و در قرار
نبودی در آن پرده کاها
بر عرض نشان ستی نبی جدا
هر آن دست و پا کی گشت
یکی لغوه دامی جان پانتهاد
شعبه شراب را مان گشت
که مار می از آن حالت آید پیش
درم و او بسیار و خوب است
گفت از کجای درام تو نیست

دو دره کنان و تبر ما بدوش
از آن پرده رخ باز کرد و کار
تو گفتی بود خسرو یکی بخت
امیران بر این چو نهر است
کنیزان نوازنده دل نواز
گره بی کفن بر طبق و نامی
که ماند اندر خیره شاه و پناه
دوان تا بدان خیمه افراشته
سرشته در دست تدیر کیمیت
همه رشته در دست تدیر کیمیت
اسیر وی از پیش و از کون
چو خمره حکم او سر بر سر
با گشت او رشته خیمه تیار
پس پرده نهام او بدو پس
همه بند و نشان بدست و پنا
سرشته شان در کف بر بود
که دیار پس تنگیا کشاد
همه دست خویش بروی گشت
بخوت شد و خوند و نام پیش
بند و یک خود با گشت
که چون توئی خود تدیر نیست

در این پرده ما خود چو بند ختی
بزرگفت و اما ندارم نیاز
من چند تن اگر از سر کار
نشسته بهم بودمان گفت که
یکی از این میان بود سر چوب
بر آوردن که سر چوب گفت
که خیمیت کا نشیده در دوره
بسی تر آتش خیمه بگذاشته
یکی رفت باید بند و یکا و
بیا موزش انچه دولت است
که کیمیا بی کار اندر شش
من اندر شدم هر آگاهیت
از آن شعبه جادوی نهتم
که تا باز دانی که هستی کی است
جهان با جهان فرعون بی سخن
نباشد ز خود یکمیش شیش
اگر خواهی آموخت این پیش را
بر آمد شد سر بر بند راه
چرا هستی خورشید بگذری
ره کوئی وحدت بودت پس
چو اندر ز و اما نشیده شاه

که از یک عم فاعلم ساختی
از آن بدست شوم پارسا
تفرج کنان در فلان مرغزار
تسل و خویش از یاد هو
که بودش می که از غریب
فلان این دروغ گشت بخت
که از از وحدت کشا بیکه
دل آماده آگهی ساخته است
که روشن کند جان بار کیم
که هستی به کیمیت کی پیش نیست
که فارغ کند جان عم پرورش
که تا و را نام زکرا هیت
بند بر کارت بر خیمه
زداید اگر در وقت گشت
چنانست کان تیر و دست
نمی پانتهاد و ست سر تیش
ز دل پاک کن نقش اندیشه را
ولی جز این بر این نه بود
بیک بدون استیلا پی پی
ولی که بود مرد این اکس
بر او سر شد مهر خفت و کلاه

چه خفا کسی گیر اورا ندید	ره مرد و ناز جان برگزید
چو آن صید کاز او گرد ز بند	چو آشتا سید از آن شهر بند
در صحت خلق بر خود بست	بنار می درون شد بکوه بست
که کم کرده خویش را با نیت	نیاسو که شش نمود ستانیت
یقین آن کلمه کرده خویش بست	چو رانی که کوشید برای نیت
بجو خویش را بگو که یابی همی	تو کم کرده خویش را نیت
چنین چند با خود مدارا کنی	بجستن چه امروز در نیت
و گرنه بگو نیدر رسوا شوی	همان به که جوی و سیدان نیت
بجوی می بین کنی کتوفرت	ز دستین از خویش کم گفتن نیت
بجوستی سربلای	مجدوبستی را که دار و زوال نیت
که او خاک سپید بدید بباد	بیا ساقی آن آب ترش نیت
کنم زنگ ز آب جان بخشیم	بدو تا کنم هستی خویش کم

در بیان گزند آن ندگی و نیت دنیا را پانیا پانیدگی

چو گل تازه روی کن تو بنهند	بیا ای که اری بکفت و انگ چند
دل بدست ابرو و خواجه سرا	چو بر تو کشت دند خویش کشتا
که هر کس خورد روزی خوشین	بشد روز از بهر زنده و زن
شده شد بیگانه و ز بهر خویش	مگر بهر دیگران بهر خویش
که روز دیگر است و ز می فکر	چه اندوزی از بهر روزی
منه کن پیت شادمانی کنند	بدو کن پیت کامرانی کنند
منه تا فنا می تو جویت خلق	بدو تا دعا می تو گویند خلق

صفت را که پنهان کند گوهرش	همه خلق خواهد بریده سرش
چو گل خورده خویش پدید کند	بفرق همه گلرخان جا کند
ندیدم کشاده دل تنگ دست	جهان گرز جیمو خج رو بست
ترنج از شکونه شود سیم باژ	همه گو می خورین مند و کند
دشت ارشد و در نتران گسته	بهاران شود و سیر و آهسته
چو در کان فیر و آید سیم بود	ز سبزی یکی کان فیر و بود
یکی دشت با طریقی بست می	که از باغ مینو نبودش کی
چو مینو در او بر طرف باغها	ارم باز سبک بدلیغ اعما
ز بهر سو گدانه یکی تر رفدود	که از زنده و دشت رسید می
یکی هر زرم چه بخت جوان	جهان پیده پیری آن نیت
تو گفتی سپهریت با فر و باد	بقدر بلند و بلشت و دوا
جهان در فتنه بنام بکام	بفرنگ و دوی چو پستک نام
درین روز بازم آمد سیر	کز این فیر شد تا سوزی نیت
بر او از خداوند رحمت بسی	که آسوده جان بود از بهر نیت
یکی لپو بودش بل و بهوشند	بدار و می نو جوان نیت
میسر با پدر و یکی بی نظیر	یکی بخت بر نایکی محبت نیت
پندیده ز سید زنی نام دار	همه پیاده بسی با سوار
جوان بخت از باره آمد نیت	بر در گرفت آن و در نیت
سر و روی هر یک بوسید باز	بباره بر آمد گو سیر نیت
پندیده شو خلق برسته راه	ز ماهی شده گرد و تاباه
دخو پند و نیل و ماسان	ندیدم بگویند احسان

چو آسوده بکس بجای شست	بگستره خوان مردمان پست
ز بهرگون خورش که به جان می	از آن بین خوان چنین سان می
همه کارتن چون بسامان رسید	خورش را یکی زوبت جان سپید
ز من باز پرسید آن نامجوی	که بهر کد ام از خورشها بگوئی
بد گفتن امی او مرد جوان	همان که او را خورش و دیهان
و گر باره پرسید که هر لباس	که در این به بهت حقیت نشنا
بگفتن از ارمی و سپه اینه	که او باز پوشی برهنه تنی
و گر باره گفت از بران شست	بگو که بنا که امین خوش است
بگفتن همان بهتر امی سوزان	که باشد در او بخورنده باز
بگفتن چه گوهر بر اندر رود	بگفتن همان کا بد از بجز خود
بگفتن چه کرد آن که جاوید ماند	بگفتن که او نعمت نیکی نشانند
بگفت از چه مخزن کند فری	بگفتن چه از وی بسکین و بی
بگفت از چه چون توان شست	بگفتن ز بخشودن زیر دست
بزرگفت مروض شود سر بلند	بگفتن بی گز ندارد و بر بند
بگفتا که دولت دهد آبرو	بگفتن نه چندانکه نام نگو
چو آن بخت پرسید کار و صحبت	بگو ای که با داشت لاف نیست
چرا خرج کردن بجای خوش است	بجای دیگر مایه آتش است
اگر بخت بخش مرا سودمند	بجای چرا سود بجای است بند
بد گفتن امی از تو بران چو	دولت بهر احسان گفت کاچ
ز روی کریم چون او نیک	ز رویم مان بردماند خاک
که رفع نیاز خود از آن کشیم	ستم باشد از باز سپان کشیم

چو اندر

چه پوشی چو ز دانش سپید	چه پنهان کنی کش بود سپید
و گرمی ببا بینان که روش	نایستی اول عیان که روش
نمایم پر زنت یکبار ه گنج	در ملک خود را به بیار و گنج
چه خوش گفت از زنده حق است	چو گفتندش اشیا که بر حق است
که گر انچه دارم بسکین و هم	چو بسکین بهر آستان بهر هم
دش گر خوش است بخواه در	بخوانیش اندکی نیز بایستد
چو ز رمی به بخشی با نصاب ده	نه از خود ستانی با نصاب ده
یکی استوه او ششم بسکینی	بسکین دیگر ششم می کنی
کن تا زنده از دست امی کیا	یکی تخمه بیرون یکی ناشتا
یکی را که یک نان خورده من	بدنه خوار که کرده نان ده
با نصاب بخشش نماید کرام	که اسراف بی شبه باشد حرام
ازین در گذر کا نگه پاک از بهت	ببخشید و بر خویش غریب است
نشد زنت از بهر بود یک شیز	که این کار نیست کار تو بهر
یکی خواهد از خویش بگذشته	ز فکر پس رویش بگذشته
که او زده و غم خویش نیست	از آن در و شش و شش نیست
بسکین ندارد و خویش هم	غم پس نه از و غم پیش هم
اگر آیدش نیم نانی خورو	و گر نایه از خوان چو چون
تین شون بهت او نه تن و است	که آخور نظرگاه و دهر است
غم آب نان شیش یک نفس	که آونسته چون خویش است
جهان که هر بر خور و سر	نه از خود بود و تر عیان
چه در غم خویش و سوانی خویش	که از خویش بیرون نه دایمی خویش

بگفتن که او نعمت نیکی نشانند
بگفتن چه از وی بسکین و بی
بگفتن ز بخشودن زیر دست
بگفتن بی گز ندارد و بر بند
بگفتن نه چندانکه نام نگو
بگو ای که با داشت لاف نیست
بجای دیگر مایه آتش است
بجای چرا سود بجای است بند
دولت بهر احسان گفت کاچ
ز رویم مان بردماند خاک
ستم باشد از باز سپان کشیم

گشتند و کشتی چندی
یکی کشتی که از بادبان
عسلک بر سر آتش بازده
تو گفتی نشان خفته چندی
بهار سی بهیخت بدو می آید
ز لشکرش که در زمین با می گیر
بند و ز را نه در بحر شرف
یکی تند باران ببارید از آن
یکی سخت طوفان بگرفت بار
همی صبح بر آسمان اچشت
تو گفتی که موسی بر سر آتش
بسهیل کشتی در افغان شدند
سدان کرد و سیلاب بین بر
چو دریا پر آشوب بگشتند
گند کرده اشک انشان در
بر آتش نه وند آید از سو جان
در آفر گرفت کشتی بر آب
تقنا را سفر کرده و مدرکیم
پس از صدر مد و غوطه بشمار
ستادند از آن به روی خاک
گشتند از آن بحر چو نشان را

پایه و برت تا نیم روز
بدشتی رسیدند فیروز گشت
و رختان انبوه و دشت فراخ
ز بس چرخاوس از فرشته
ز متقارطوطی بهر شاخسار
شما سیچیده بهر بازنگ
ز بهر سو تخی خوش افروخته
شده هکس نارنج در جویبار
شده بوی جوی بزرگ و غودول
بزر و رختان انبوه خسته
بر آن فرش خوانی بگشوده نیز
و شاقان گل چهره مهلتا
همه گشته از چهره مجلس نه
یکی آستان بگرفته بدست
پنیر بره بر خواجه نشسته باز
بما این چنین گفته سالار مایه
خود آمدی کاخ خواجه آید می
خوابم نشسته اند شیشه ناک
یکی گفتی این نیست جز جانی بوی
یکی گفتی این منزل پر نیسب
یکی گفتی این جا لگاد پرستی است

بقن گفته از آفتاب چو در
بر او سایه گشته دره از بهر دشت
رو پر تو از بزرگ بسته شلخ
هوا پرز تو س قسج شسته
شده غمچه سنج کل آشکار
همه راه بر بگذر کرده تنگ
منی بهر لوش آتش افروخته
ز آب آتشی شسته نفر آشکار
پنیر کن کاروان تا دویل
بساطی ملوکانه از غمت
در او کرده آماوه بگو نه چهر
پرستش گرمی استاده پای
یکی عطر سایی یکی عدد سوز
یکی گل نشان بساط نشسته
که بس انداز آتش بگشاده
که باشد پرستاریت کارما
خرامان بهین سوگرایه می
پریشان و بهار دل بگل
که بار است بگو نه دل بچینو
بود جانی غولان مرد و نه پیر
کجا دیو را این پرستی بگریست

یکی گفتی این است غایت نیل
 بر نیلگونه جمعی ریخته گوی
 سواره یار اسپا فرود
 وزان پس شارت بخوان گفت
 که از رنج غرقاب و سختی
 بخورند و خفته شب تابند
 جوافرد از خواب بپاشی شد
 نشسته گفتند با هم بسی
 بدست در حقیقت شناس
 سویی خوابیده کردی بکلم
 ندیوم درین حالت نه پری
 ستم صورت آن که ملامتی تو
 همین پیشکاران که پشت بست
 چو ز می باغ مینو سفر باشند
 چو بر تو قصاصی آن گشت
 فرستاد ما را خداوند پاک
 چو میخواست ما را فرستد فرود
 بگویند شای میزبان خدا
 بسی کرده میمانی مرا
 بهر چند خواهی در این جایان
 چو شنید این سخن دهان مردود

در این حالت

بسی شکر نوشنده جان گشت
 وزان پس بر ریافتند خست
 بسا اصل یکی شستی آماده بود
 بسی لطمه خورده ز موج کران
 همانا که خسته زردان فرد
 چو از لطف حق سفر از آمدند
 جوان مرد بر نیل گوی رفتند
 همه عمر بستی بخودت بیان
 در آن دم که کشیده بود این لعل
 چنان کرم باز چیده بود
 تویی که دار می را می پویی
 بهوش انچه داری بنام آورده
 بده ساقی آن کیمیای کرم
 که عمر است سرشیم آرزوست
 رغبت بشنودن صدای پیران
 جوانان ابران
 جو انما سر سپیران پیچ
 گیتی درون آن بودند در
 چو خواهی شوی شهر روزگار
 ز شاخی شر خوردن آسان بود
 نه بنید اگر تربیت بد شک
 که جان را با که ساختت
 که خوش آمد و پندم دیدت
 ز طوفان آن ساحل افتاده بود
 که از آن بحر افتاده بپیکر
 ز بهر پای آن جمع کرد
 همه که میاب و همه سرفراز
 بمقتصد رفتند و باز آمدند
 که از نیکی آن نیل گوی نیده بود
 فشانندی از رویم بر میان
 نه هم دیده بود آنچه را باز
 کنون تاز مستی چه خواهند
 سیکل غزلی با سسان گوی
 مگر صید دولت بدام آوری
 که دل را بود ز نهانی گم
 هم از جان که بختیم از دست
 که بی تربیت کس نیز در هیچ
 که از پند و انانه چیده سر
 پیچان سر ز را می آموز کار
 که دوست پرورد و جهان بود
 بانکه مان شود چو بخت شک

در این حالت

در این حالت

نه بی تربیت سنگ گوهر شود گیاهی که خود رو بر آید شاخ وگر پرورش یابد از باغبان بباز تربیت نیست فرزندان مباد آن سپهر کوست عاریت بیزریت لکن نه صاحبش	نه بی گمیای خود بسی نه شود زنگمت گویا تازه دارد باغ شود است مقروا آرام جان جوانه نهال بر دست در که کورش به بهت از کنار پد بکلم بدر کو پیروی بر سر
بیان سال من بابت آرام جان داود جهان من اهل حال جوان از آن سرین بر چون اند شب تیره چون دل ابرین دختران انبه بهم برده شاخ یکی ز رفت جیون دان چیده یکی به گیس کوه بالایی اگر پامی پس بسنگ دی رونده چو راندی بر که شاخ بموردگر به خوشی از بارگی نمادی در آن برین دوان عجب تر که بدو آن گندک چو برخت سنگ آمدی نعلش چوشتی در شاخ پرتو نعل زبانک پلنگ خروش نهرو	باز هر کس اسپان جوانه رهی همچو زلف تبارن چرخ هوانیزه دار و زمرج شکلاخ نیاسوه در وی نهنگ ازب سوار به بیالیت راند از گمر نمود اندرون بی درنگ ز شاخ و دختان شدی شاخ بگردن قناری یکبارگی قنادن جهان بود و در آن همه مرغ شیره و کنایه کجستی شکاری بیسان درش یک شیر غران شدی عدو دقن رفته تاب ز دل نه جبر

آرد

نیم وصال

سواران از آن جوانان یکی از نیسان بود پس سنال همه در خانه خوشی بر او بگزشته بسی روزگار بسی را میوه و چون آسیا بگل گشتی از باز رفتی ز باغ چو از باغ رفتی سوختی خانه چنان دیده کان عالم با کوه در آن شب بال از خوشی ز قرآن نماند آیتی کش خفا گرفتی چو دانه اش خار می چنان بچک سرین به چکش پایانی درختی شدان یک نیت بر او روانان که شیر شکست ز شهر خود آواره ام سادگی سرافراز راول بر او بر نیت چو روشن شدان شیر از شیر مرا خود قناتاز اندیشه است جهان ایمن شیر از شیر خور نیش مرا استخوان آب کرد بپیروی از وی بهر دم مکمل	ستوران ز طاعت سکندر خون نماده زاندر شیدان ملک بر آسوده چون بهر چشم ولی بود بر جانی چون چرخ ولی پامی تنها و بیرون جا دستی صده از خانه بی نام بنالیدی از سرچ راه دراز ز شهر اندرون ستادش کو همه دیده بر برگ بگماشته نه از نام زردان در دل بر آوردی قناتان پان که خود می نیارم کشید زوش گرفت آتشین بشاخ و زیت نه بی نامور مرد و جهان است بچنگال شیرم درانم بفرموده تا کس آتش فرو که مرد بهر سنده راول بود که پشت هر آتشین شکست چنین سدل آسانش توان که چشم مرا ز خون تاب کرد بران کش بگردن نه ساد
--	---

نیم وصال

مرا گفت دانه ده رشتاس
 ز عشق آتشی کنی لعل شعله
 چو آتش کند شیرین با نس
 تو نیز از چوین لعل آتش کنی
 چنین لعل بر آتش لبان کنی
 چپ و یکی جادو پس فراخ
 دم گرک چون سوزان کو با
 ز مردم تنی چند صحرانشین
 ز یک سوتنی چند دیگر سوا
 جوانی فروزان شسته سب
 گذشته بر او سال یکبارده
 بالائی او سر و کشته نبود
 خمسته بریدار و فرخ خنیا
 جوان بخت ابوداودی نیر
 بیا در کاب پدر بوسه ده
 با سپند را آمد بفرمان باب
 همی برانند تا بهور چشم بلند
 شستند روی نهادند
 که نجبی برآر اسیر داری خفت
 که این حرف دریا چو آب بکشت
 چنین دیدم از او ده رشت

از این نیم رسال

بدو گفتم ای را و سوجوان
 همیشه پدر ساجان تو باو
 نزد گیت گر با یو سوری
 بغزاکان نشین باش پس
 مشغله پرور و شونل دوست
 سخن چون بگوئی پسند بگو
 یکبار از کسان نبر مند چند
 شو با بیان منی مگو بخت یار
 همه با مگو خواه و دانا نشین
 سخن با نبرگان باز مگو
 بلندیت باید بهت گرامی
 بدون تنی تا تو انی میوی
 تربت هر آن که تو بالا تربت
 عز و جوانی ز سر بار نه
 ز دانا سخن نشین و در پیر
 میا لای در طعن مردم من
 بشوخی میفرای طبیعت کن
 زبان باز کنش تا نه می زبان
 کسی که تو افروخته تر است از من
 قناعت کن از آموختن
 مخند از منی بایدت آبروی
 مبادی از آسب بیتی نون
 از ان سایه پروردگار تو با
 روان بر تبار ز نهر و ی
 خراز از دوزخ نشین کن
 که این هر دو خاک کج است
 با شکی گوی منجید گوی
 از ان پیشتر که تو گیر ندید
 چه خواهی شوی در میان
 ز نادان بدخواه و هوشیار
 در شتی کن ای سپهر زم گوی
 ازین زو بان بلندنی آ
 ز دودن هتان نیز یار می
 در اندیش کن کنی ربست
 که افتادگی ز یور مرد به
 حدیث بزرگان بخودی مگر
 بنیدیش از طعنه خوشنشین
 بکس که چه خصم است غیبت کن
 که کس بر زبان بیاید زبانی
 و گر کمتر است از تو و افزون
 هر چو می اگر خواهی از من
 بروی ای بنیاد و ده موی

از این نیم رسال

مکن دیده بر مردن پاک مین
 به بیکانه الفت مکن زینهار
 به آتش خویش بی دودان
 بنادان میانیر اگر بخوئی
 بدانان نشین تا که دانا شوئی
 پرستش گری خواهی ز دیگران
 که هر کوسه از کار او کشد
 سرخیز نه بر روی بسیار
 پناید بزرگی در آن جهان
 نه دولت کشد نیز پایی دور
 شوی بود او را و دوست و برادر
 یکی زان و دوست و نیکو
 وزیر و دم ناکسی نشستی
 جفا جوئی با مردم حق پرست
 ز خویش دل عالمی سوخته
 از خلق چون درگاه تن
 ستوده بر شاه و الامنش
 همه چرب گویند و درگاه
 می خندد افکنده در ملک شاه
 اگر آن پاک ستور نیکو شست
 بشته شستبه کردی از مکر و ن

و اینست که در این کتاب است

و اینست که در این کتاب است

چو شاه از ویم پایا فرو کند
 بهر جایه مندی آزاد و بود
 ز بدگویش پیش شه کرد خوا
 بجز نطفه پسند را از و داد
 هم از بدگوئی پاک ستورا
 بی مشورت گفت و کار نیست
 چنان بستم ای خسرو روزگار
 در آموزگاریش مانند نیست
 وزین خوست تا شاه آزاد
 که شه را همین یک سپهر بود پس
 یکی شهر ویران در اقصای ملک
 بر آنجا فرستاد شهزاده را
 خود اینجا چو دیو می نشوگر
 بزین ملک خلقی نبود در آمد کرد
 از آنسو ملک اوده بار هفتای
 وزیر آن همه حیل و دست بود
 ز و ستور شه چار چو تو تر شاه
 بر او خواند بابی زیر از شکیب
 بدو گفت کاسی قره ایزدی
 تو اکنون بیاموز رسم شهان
 و کار با رعیت نمودن ملوک

و اینست که در این کتاب است

و اینست که در این کتاب است

و اینست که در این کتاب است

گفت از چو نیک از مودت تو
ولی برخلاف گرامی پدرش
همه یار مرد و خرد پیشه باش
همه کشور از او آباد کن
بنا از موده مد کا ملک
سپیده دل از رده انجمن
تا زار و زور از کسی نگیر
همه پیش از بلندیش کن
ظفر از خدا جوئی بس نگیرد
بیکبار قلب دشمن ستار
کینه با پیوار و لبش
تبه نهانه دوست و ران
گر این زخم خود بر او نیست
بگفت این بر روی او بود
وز آنسو که از آن جهان
همی راند تا دار ملک پدر
خبر شد بدستور با پاک ای
بیاید که این باغی خو کند
یکی لشکر آهست بر گشته محبت
گروهی بر گشته راجع کرد
همی شسته شان کرد بر تن
چو بستوده بودی ستودم تو را
مشو این از مردم بجز
زنا بخروان دل پندش
سپاه و رعیت از خود شاکن
مکن منکر کان انگه از ملک
چو از روی او اسپهبد کن
هم از بدلان نیز لشکر بگیر
ز خود مایه عبرت خویش کن
نه زانرونی لشکر و گنج زر
پس شست خود جامی درین
سپه چون نمائند به نهان
به پیوده ناکا به جان
مرا آگهی ده که لشکر سی است
باید آن خرسید خندان
سر چهره سوده بر راه نوب
یکی از خفیت کشانش ظفر
که آن دولت رفته آمد بجای
بنای کن گشته رانگست
در اندیشه کاسان کنده سخت
چو آید ز جمعی بر گشت مرد
مخوش ملی شنه چون تیغ تیز

و منزل بر آمد پذیر بنگ
دو لشکر بر کشیدند صفت
گذر که بهم بر گشت تنگ
بمکن پدر شهر یار جوان
قلب ندردن سوئی ستودن
بز تیغ زهر گویان بر سرش
بنماک اندر آفتابان بکال
چو دیدند لشکر که خسته چه کرد
نمادند سر برده مرد بان
که چنان می شاکا که بانه ایم
کنه نیست بر او ایزد کو است
شهنشاه او را با چیره کرد
همه دست کن با بکیت نشا
به بخشود و جمل آن نیک را
در کینه برو می آشیان است
سپه را فرستاد می شهر یار
نمک خواه و ستور را پیش خواند
بگفت ای بدید می را می است
که از تو فرو و این بهر نیام
زمن گزید می بهر شاه
خداوند را بر دایدست از
بنا کام در شد بکام تنگ
دو در یاست گفتی بر او ده
هوا گشت از تیغ الماس گ
بسی جوئی خون که در پیون
ستم گاه را و دیدار شکست
بدرید آن تیره گون بکیش
شد از ستم سپان نشا مال
نگندند کیس سلیح بر تو
پیوش کشودند کیس بان
ذکر دار بیک شرمند و ایم
که این خود همه کرده با و ست
همه روز روشن از تو می کرد
برید و هم از تیغ کین تو باد
لشکر می که بخشود و بر می
بجانی پدر شد نشا ای شست
ابا نامه و تهنه فی بهار
بر او آفرین کرد و پیش نشا
پس از کرد کار انچه در دست
که پذیرفت آن شه بهر زیم
نداردی مرا خست و گنج و
که جانی پذیرد نام او با

در این شعر که در این کتاب است
در این کتاب است که در این شعر

تو نیز ایکه می بایست که	هنرمند شود کز هنر بخوری
بیاساقی آن نایب جان	می دوست پرورد و بجان
می دیده در خم بستی ریت	می گشته سرایه معرفت
بده تا بتن بر و در و رخ	زدانش به بندش پرور
قبضه کردن صفت و صفت	شیر و منان
و آن تیغ زبانی را بر سنگ	کستید
زهی زور بازو می آورد	که آرام بستند از و دیگران
فتاد و بی دیگران	که روزی با آرام سازند
ندامم به از تیغ زبانی	از دره روان این زمینان
ز تیغ این جهان کس نماند	هم از پشت او پیلو می تیغ می
هم از تیغ گردن نهادن	هم از تیغ کافش و حق شناس
غدا از چرخ تیغ بیاوان	جها و از که انگیزد از پلان
ندامم بجز تیغ آتش فروز	بالی که گیتی فروز و چوروز
سکندر که سیدی آهن نبود	بیا جوج آن را آهن تیغ بود
بگردن کشتن تیغ کینه دشت	نزار هست و سلام از تیغ
ز تیغ است کاسلام بار تیغ	گواهم بر این غرور خندق است
خوشا آنکه اندر ره بدولی	شود پیر و شاه مردان علی
که تیغ او خانه کردی این	جهاوش نبود از خست و کین
و گریست دل نامدار ترک	و گر چه جایی مال ترک
که بودش پادشاه کشته	خداوند بر و بد و خشت مال
یکی با رسی ترک نازی ملک	بگیتی در از تهمین

نزد ترک چون و ناز با	نرفته همان سال عمرش بسی
اجل حبه پیمان شیر او	بلند آسمان خسته تیر او
می جوشن بر تیر او چه نبرد	ز غلاب شکیله او تا بخت
که آب نشان می آتش کشت	گر آتش بر پیش آید و رانوست
که آتش نیاساید از سوختن	نیاساید از زرم و کین تو خفتن
بر او ناز و انسان برال	همالش بر زرم او بود برال
که بی جوشن کبر کوشد بر	بزم اندر و نشخوشت
که این طعمه تشنه او را کم است	نگو شد همه دشت اگر رستم است
که شتی به از روی خورشید	نیاری با نبوه لشکرش نیست
بزدل ز بیم وی اندیشا	بیر و خسته شیران از و بشهاد
و خواب بر لبه سنا زد	تیهنای مروی به سنا زد
که بنید و خشنده الماس	از ان لعل جز که با بی مجو
ببوسید و چون جانش در کشید	نپیره نبرد برادر رسید
پیشانی بی چند از دست	همرازش از بخت یاری کرد
همه با بی رخت خرم زرد	گر این پیش از سر کشی می دند
بابل سرفراز یل خستند	چنان بیکه جهان و عمل خستند
وزان حیل و مکر نهان نشان	سرافراز این دوتا نشان
کین ساز و از حیل با شیر	که رو به چور و زرش بر آید
ز که کان تبه شد بسی کم	ببنگاه آن سرور اوجیت
بر سپاه نازی خست	و گریست غارت کشود نیز
شدندی ابا کاله و با نیاز	شگفت نیکه بر نازی خست

جوان بخت نشان از بنوختی
 چو قدح چنان روز نشناختی
 بلی که گریه کن گداز خوشی
 بر آفت زنا چو آگاه شد
 بیگفت بجز دهمان که تنگ
 چو آورد بشیر ز کور زود
 بترکان بر انسان نشورید
 چون کوشم و بخت یار کن
 فلک دیده تا بخت من بخلان
 بگفت این زین ترکا و زنا
 بر انداز پس خصم من بختنا
 هم از شهر شد نام و ز بارو
 سپا و از پس دشمن شویم
 ز کین پس بلند آتش خیزد
 شد از پنهان شورش دارو
 چو از کرده خود پشیمان شد
 سپردم رسم و روستای
 چو آمد پیر سوئی نامدار
 سرور می نشان ایمن بود
 و گریه غران و غمت و غشا
 که بزرگان برادرش که در با

ز نیما فروز و نشان ساختی
 بگو و روز روشن سپهر ساختی
 کشد از رویش به پیکوی شیر
 بر آن سرکشان روزگوار شد
 گوئی که تازه ز کین بلیک
 بر او شد بهمان کور و بشیر
 که بخت یاری سپارند خجست
 جهان بخت یار بخت یار کن
 پز و دیده از بیم بخت تا
 سوار نش از پی کور و بار
 بر لبوم نشان کرد و کینه خراب
 ز لشکر سپید کرد و حمله و کوه
 بلک اندرون بخت یاری نما
 بر ما که بفرم می پاک خجست
 بسی مرد و زن کشته و و کشته
 فرا هم کرده پریشان شدند
 بر ایشان بخت یار و بخت یار
 بجز و یار و از ایشان بچا
 نکرد از گذشته بل هیچ یار
 جوانی بشو و روز و از ما
 نبود و کس از بخت یار مال

جوانی چو نشان و نخواستی
 بگشت ز ره پوش ترکش همان
 بنام این و آن فرود ای دی
 پیاده شد و رفت ز می سفر
 و زان پس بترل سپید باز
 چو پز و نشت و خواجه بخت گفت
 که این بخت یار بخت یار کن
 و لیرانه بخت یار بخت یار
 ز گردان کنون آستان بخت
 بر بلبل از زنگ بومی بهار
 ز آفتوی بر مردم پاک دین
 بر میگساران ز سوز و زرم
 سخن با و بستان و بستان
 تو از شب جان در کلام بخت
 بگفت این شد و بستان بخت
 از آنجا که با بخت یار بخت
 بر گفتم ای شیر و زخم
 پزند تو نما بخت یار بخت
 بجز و یار و از ایشان بچا
 ز فر تو گیتی بر آواز بخت
 ز سمت بخت یار بخت یار

چو درش از خدا با و بخت
 ز بخت به بخت یار بخت
 ز بخت خوش و خوش بخت
 جوان بخت یار بخت یار
 نشسته و خوان کشیدند
 بیا ای که در بخت یار
 که بخت یار بخت یار
 به بخت و بخت یار
 که در هر سری با و بخت
 بر عاشق انسان بخت
 ز بیات بر و افلاک بین
 بر شیر مردان بخت یار
 ولی با و بستان بخت
 که من بخت یار بخت
 را که در بخت یار بخت
 سخن با بخت یار بخت
 کو آتش چو شیران بخت
 سست تو و بخت یار بخت
 بخت یار بخت یار
 ز بخت تو و بخت یار
 بلک ز بخت یار بخت

بود که چرا از دست بردو کار
 بر آن کوش که لطفش از خورشید
 چو از لطف و شهنش آن که دام
 مرو خیره در شستن بی گناه
 بخور زیزی بی گناهان گرد
 بر بخردان ناستوده بود
 دلیری که پاک ز غرور و هوس
 کسی که خلاف تو گوید بدی
 کشن بی یکس از بهر هوا
 تو را و دشمنی بهتر از خوشیست
 اگر مرد کاری خصم افکنی
 دلیر از زمان خواند به پیار
 چو خصم گفت مرد در چرخند
 که نزد یک ایون کنش شود
 ز کشتن نخواهند کس اولی
 ز خود شتم و از و هوا دوردا
 بسا کس که خوش فرو بست شتم
 اگر حمله بر کار بندد دلیر
 تحمل کند سر کشان از ارباب
 مگر خوانده باشی که شیر خد
 بر آن شد که با تیغ بر و سرن

و اگر مردی را که از این کارها بداند
 و از این کارها بداند

بنگند شمشیر و بر جنت شاه
 چرا چون ز زینم در انداختی
 بدو گفت شاه نشسته نامجو
 ز گرد تو آینه ام تر شد
 اگر راندی بر تو تیغ هلاک
 نشستم که بشنیدم کین دشمن
 بنیت که بر پایی شیر را
 و اگر ز دارم از آن شمع
 ای صوری که ز من شدی کشتن بدو
 بی صدف و صفا و اوارگی بر پاوشی
 تا از غنای خستق شو
 بیدر و احد و بدین طعن
 ز مردان دنام آوران
 شده خسته و طعنه و افتقار
 پدر کشته ای سپهر کشته
 سیه و ز و آشفته چو بوی
 ز پر دای تا نبده و تو نیم
 سرن عرب جلد در انجمن
 که بر کس گفت آنچه را که گفت
 که شمشیر شان که در کف
 که در بر چون ماه ز کاسته

و اگر مردی را که از این کارها بداند
 و از این کارها بداند

چو کمان بگشت و کوه پیش
که آسان ازین کاتبان گشت
بگیتی سرازشک چون گفتم
بگوئید اگر نام دارد شک
نه گوی ز پهلوانان این است
از وایت قدر جانی تشویش
نه از فرشته است نماز موم
بمانگد از جهان سنج
بلا حول بسیار کرد آن مه
چو خست از غم و شادانیش
تباخی این شست بگوئد
که بر باز و شمن چه پدید آید
همان چو بالاد و سوزی
ندیدی مگر بجز چو شنده را
همه دشت کوه و نشان کند
نترسد اگر دشمن برین است
چه میدان زوش چو پایونیم
نماز و چو گردان باز و روز
نیچیده شکر و چو عیاش
که نوکش همه خود و چوین است
ولی روز را تیره سازد و بر

چو دریا می تیش بود و موج و
کسی که ز دم تیغ او جان برد
کسی را که بر اشت از روزگار
به پیووده رای تیشش کن
بما ختر شوم را بر مشور
رضی او چو چون منید کسی
چو ساله قوم این سخن گفت
فرشته در اندیشه و انگا گفت
بگوئید تا چاره کار چیست
بزهر کسی آبی نداد پسند
یکی را میان پیش سالاد خود
بگفت از وی هیچ مدد چوین
که او زنده بی ملک کن است
شان دور از تار با کسی
ز گردان شاکسته کارزار
بسا گویند و در پراخته است
سنانش زده من فرزند نوزاد
مگر کن دلبری و زور و دی
بدین چاره شد رایشان
فرستند و گفتند و پنداشتند
قصد از نمانند و کار گفت

همه گوهر جان خست و کرب
گمانم که گیتی بپایان برد
بد و رو کند و صفت کار
ز ما خفته تیغ تیشش کن
منوان پای از بدین تنو
بدین کار و انا بنمید بی
زمانی لب از لقمه خاموش کرد
که بر کس بآید راز از نیت
که بر کار چاره باید گرفت
نیفتاد و سید و روی به
سخن را نه از عمر و بدی
باشاید این کار آسان کند
تو گوی یکی رشت این است
بآسایش از وی خواستی
برابر بود با سوار می
شیر که را سپر ساخته است
رمان چو چون شیران گین
به بند و چو سالی سیدی
که خواهند از ان سوز نیدار
بر او روز خوش گفتی آتش
لکس او پیکار و شفا گرفت

چو دریا می تیش بود و موج و
کسی که ز دم تیغ او جان برد
کسی را که بر اشت از روزگار
به پیووده رای تیشش کن
بما ختر شوم را بر مشور
رضی او چو چون منید کسی
چو ساله قوم این سخن گفت
فرشته در اندیشه و انگا گفت
بگوئید تا چاره کار چیست
بزهر کسی آبی نداد پسند
یکی را میان پیش سالاد خود
بگفت از وی هیچ مدد چوین
که او زنده بی ملک کن است
شان دور از تار با کسی
ز گردان شاکسته کارزار
بسا گویند و در پراخته است
سنانش زده من فرزند نوزاد
مگر کن دلبری و زور و دی
بدین چاره شد رایشان
فرستند و گفتند و پنداشتند
قصد از نمانند و کار گفت

ز صحرانشینان گریختن خیل
 ندانسته که سیل دریا زیان
 وز انفس خیر شد لب لار دین
 پر اندیشه شد سرور سرفراز
 و لیرای پراگان باز خواند
 سخن گفت از آن پیش پندش
 سگالید پس جایزه کارشان
 همه هم زبان باز گفتند جمع
 ز مایه حرب چنین که میست
 همه کینه را بست با یکسر
 زمین بوسه داد از او بچه
 یکی کنده بایستمان زد و کند
 بدنیسان بود رسم آن فریاد
 همه گرد آن شهر را گشتند
 چنان که کوشش گفته بدین
 بگرداند رشارمان بلب
 چو لشکر تبر و یک شیر سپید
 گرفتند آن شهر را در میان
 بقلب اندرون عمرو بن عبدو
 خروشان را بر باره راهوار
 ز پود لاد و آن سر پاینی حق

کیش

شش بان موی شهر شیر بچیل
 نگردوزد و باه شیر شریان
 که شد موج زن باز دایمی
 که بند وز دریا ره سیل باز
 ز بهر دروغها برایشان براند
 ز عمر و سالار قوم کیش
 هم از صلح شان هم پریشان
 که ای خیل پروا گان آتش
 بایستمان آشتی و شست
 تو سوار و انگاه پروا می
 دشته گفت کای دوزخ از تو
 که در پارس بنیسان کند شهر بند
 که چون دشمن آرد ملک می هجوم
 که بر خود دشمن نیاید گشتند
 عرب نام آن کرد و خندق گون
 یکی کنده کند از در شهر بند
 ز گرد سپهر چرخ شد ناپدید
 چو این توده خاک آسمان
 ز بطلی شیر ب رسیده شد
 چو رعدی که بر برق کرده بود
 یکی کبر روی استاده برق

نهفته سر و تن بر بخت توان
 بر آشفته بر کف و نشان
 نهفته تن اندر زره بزرنگ
 بگون از بهش تیغ آتش نشان
 بر انگشت پس باره راهوار
 بغیر می ماند شیران سست
 می گفت من عمرو بن ستم
 بلند آسمان زیر دست نیست
 چو سازم پروا بروی زمین
 همال مار بود کند لاجورد
 ز سوزان شان پس از تن
 شود هم بروم که سفند یا
 ننگ است تیغ من اندر غا
 کنون نوبت کارزار من است
 کسی که ننگ یل از جان می کش
 بدنیسان جز خواتی اندر و
 بگردان شیر بهی نودند
 که آن کیت کوثر کتا آورد
 بهر دوازده شیر این بشیر را
 بسی گفت در ایشان نیا بچم
 در آخر عمر گفت یا مصطفی

چنان چون بود راه و رسم
 پوشیده می نود شد و نشان
 پشت اندر آتش و گشتی ننگ
 بهار کوهسار و اژدها می مان
 باره سپاه سپاه می حصار
 سر نشان یکی تیغ بند می است
 که چون شیر و زنده و بچم
 سر خیم چون ناک نیست
 تو گفتی که موج دریا زمین
 ز نونش حقیقی کند و ز بند
 اگر شیر دار و ز آتش گزیر
 ز من عار باشد از تو عار
 که سازد بدر بای خون شتا
 عرب جمله در دنیا رین است
 من اینک تاسا و تم نیاید
 بسی کرد کس ای کشم کرد
 پیوسته که جانهای پاکش
 بر من سر عمر و باز آورد
 وزین دیو خالی کند شیشه
 که دلهایش بود و جانها تبار
 که ای در رخشان بجز صفا

شمع نیم کس را ز مردان برد
 گرفتیم نسکی بود کین ملک
 نقش دیدم ای پادشاهان
 بزد خویش را بر سوارچی
 یکی کرد آتشتر بجای سپهر
 ازان زخم کشید مردان
 تو مارا بدریائی آتش افکند
 دم آتش دیوستان میشت
 شیدان من شیر زبان علی
 سیاه بر بوسید پائی رسول
 نقش هم بر دم چو خربان رسد
 ز عمارت قدر جانی شوینست
 بگو تا بدریائی آتش دوم
 نه عمرو را بود آسمان بلند
 چو بود باید از دهر بر کس
 چو سید بر پدیدار او
 بدو گشت کای شیر و درگاه
 که این شیر نه اندر ابروینست
 به نقش نه بینی که خار بود
 بسا داد که بر جانیت آرد که
 و گر باره عمر اندام بر جوش

که در زرم با او شود نیم نبرد
 بدیاری آتش چو سازد جنگ
 که مکتب چاک کرد در راه شام
 بر آورد از جان ایشان مار
 مهر بر کشید این دل نامور
 تنی را ندیدم که بر سر ز
 زمین چون بر و حلقه آسمان
 نسبت آدمی زرم با دیو نیست
 بزد بر کرد اسن پد دل پد
 بر گرفت هرگز نبادی اول
 سپاس تو دام بدل جان رسد
 که از هر چون باقی پیشیت
 غیلا نه بگر که چون شمع
 چو فرمان دهی آتش فکند
 ترسد کس ویزان شناس
 پرانده دل شد تیار او
 اگر چند شیر بر و باز جانی
 یکی بگر چو شنده در جوش است
 سمنش نه بینی که در یار بود
 که پروانه دار و زنجربست
 بر آورد چون بختشان

همی جست نام آوردمی نیم
 چنین با سار آن نبوده سوار
 و این سوار مدیون مکتب
 بیا به پیش نجی با کرب
 به رسید خاک ابله لا گفت
 ز بس جوید این شیر زرم را
 بنجاک اندرون به سر نامور
 تن نامور گشته درشت جنگ
 بگفت این و سگند بسیار او
 بگفت از دل جنگ ارمی نیست
 که توان شدن بی سلاح نبرد
 نخستین زره برنش کرد دست
 چنان دزد و سیکر آفتاب
 به سجد ستار خود بر سرش
 پیش بگر تیغ برنده بست
 نباشد بخت مود و درگاه
 سپهرت بر کتف چون لوترب
 تین چون سلیم نبردش بست
 که یارب علی را نگه دارش
 بوسید خنجر زنج قوراب
 بهو گفت روانه در وقت یار او
 که از نیم با می نبوش کرد

کس از بیم دانی نبوش کرد
 نهاد و جست از درگاه زور
 که پای می با جنگ ابروینا
 به سرج دین آفتاب
 که جانم به بیمار و در دست
 هم آورد و مکتب شریف زبا
 که شکی چنین آید و در دست
 بیستی به تبار از نده بیونست
 که تا اول بر تنش چارو
 و ایله باید بخت حیرت
 بر زرم ابروین در دست
 تو گفتی زور و یار علی
 که درشت پرونی آفتاب
 ز گردون گردان گشت
 بلالی بخور شینه شند بست
 جانشان علی تیغ چون افکند
 بگردون بر آمد بخت آفتاب
 به اوار و از نده بر دست بست
 به کارش از لطف و یار
 ستاره به پیشانه بر آفتاب
 دل روشن و جانت یار

که از نیم با می نبوش کرد
 که از نیم با می نبوش کرد

پایه بشد شیر بر و در کار
چو شایه من سوختی شیر بر کار
سهم شیر دل گفت حیدر بنام
اجل بنده تیغ تیز من است
چو پیمان نه پیمان اکنون تیغ
چو گوشتم حد کسیت تا جان بد
نه ترسم که از تو مرا یا درست
الا ای که نیجو هستی بهم خبر
ز عسرت امانا دمی مانده بود
بها باش که اکنون دلیرم
شید این سخن عمر و گفت که این
همان بر تو گذشت لب زخم
ندار می درین از جوانی خوش
و دیگر که بر کونز او تو حسدیت
بگفتا علی پور بو طالعسم
بهین گوهر بر عیب و مناف
هم از جان هوا خوار و غم
برو گفت اگر پور بو طالعی
مرا با بدت شنائی بی است
پلوی دستم شیر تیز
گرمی ز آرد و گوهر که هر

بزم وصال

میت

جهان که مسم بر خور و گوهر
چنین گفت با خود شیر بر کار
شیدم نه خواش کند از تو
بگفتا چنین شد و این لاف میت
شش گفت چون با منی شناس
زیاری که اندر ز من شش نوی
که جانت ندین بر خود روی
بر گرفت بگذا این کینیا
شش گفت بر خود زیاری نیم
کشی باز یکا را می جنگ جو
نه پذیرفت ز انشا و الا نش
پیشیت من این قوم گشته تر
چو نشان درین عرض کنین غم
سوم آرد و گوی تا آن کنم
بگفت آنکه بند می لب از گفتو
شید این سخن عمر و یافت سخت
نی خواستم ای گو صفت کن
شش گفت روزی مرا خوشتر
برداشت به خواهر گشته بود
فرو آمد از اسپ لی کرد پ
دو دودل نه سو بر انگشتند

که من خود ندیدم کینیت
که ای نامور مرد و زو را زما
یکی ندان چه پذیرای ای نهجو
گرفت آرد و میت بر کوه میت
شش گفت بگذا نکی از خدا
ببینی پاک دل بگردی
روانت بدو رخ نسویدی
که نگذارم آیین با تو
چه باشد که مار گذارنی هم
نه با شوی یار و نه با حد
بگفت این شود مایه سرش
نه و نه روی اندرین بزم
میان عرب تن غمخیزم
مراعات آن عهد و پیمان کنم
بپیکار با من شوی پور
بگفت ای جوان از تو یافت
بخواهی شوی شسته بر شش
که روزت بدت من ای سر
ببندی شش گفت شناسم
تو گفتی برافروخت که شش
همان کفر و دین بهم

زین آتش خیز تیغ نیز
چنین تا که از روز بیدار
بنا که بداندیش بر روزگار
سپهر بر سر آورد سالار دین
بشد تیغ بدخواه با کبر و لاف
چو شد یافت پیدایان که
بیک پاس دیگر که بشنید
چیز نیک بود آنکه آستی
بهر چید روی آن بزرگوار
بر او مکه گرد آن شه نامور
بیک ضربت شاه شکر شکن
بر آورد که بکشد زنده شیر
بنی گفت بکشد آن چون شفت
که یک ضربت باز روی میری
رسید از مان شیر پرگار
شکسته چو شمشیر ازیم او
چو سالار دین و می میرد
دو بدول که بکشد نشان باغی
چو بوی می رسد کوشش آن نفر
که با عمر و برمی سیاید علی
نه مینی که بس کند نشان شد

تو گفتی که بزرگای شریف
نه آن اگر برونه این بر سر
یکی حمله آورد بر شیر یار
گذشت از سپهر ضربه این
چو بسایه احمدی شد کاف
بجستی به ستار بر بست سر
وزان این گفت کاشی شریف
که از لشکر خود و دوستی
که تا بنگر و حالت کارزار
بزد بر سرش و وفای دوسر
چهل گام سرور و ماندن تن
در آن دم که بر خصم خوشتر
پس انگاه و کرد با جمیع گفت
باز طاعت آدمی و میری
بگفت بر سر شمشیر ناکار
بپیکر از شیر شمشیر اندر
بپیکر و چون جانش بر کشید
در آن دم که کوشید از روی
شفتیم که گفتند با یکدیگر
که باشد بجز نشان علی
علی گوئی از جان خود می شد

رسول خدا گفت که شافقت
چو شیر خدا باز گشت از بند
بگو که چه رود ویرش کارزار
بزد بوسه با ملی برادرش ا
نه من کند بگو دم نه تیغ دوسر
در آغا ز رزم آن گویند زاد
دل من چو دریا بر آمد بسم
چو می بروی حمله ای من بپناه
ازان ویرش روزگار بند
دو خصم قوی یافتیم پیش خویش
نخستین علی را از بلوایان
ببر و گرفتش رسول از وفایان
که شیر خدا و نر میسایان بود
ز شرم آمد و تن از رویان
ز شرم خد جسته و نشسته نشان
تو نیز آستی زور قدرت بود
بکوشی که در راه و رسم علی
بیا ساقی آن کوشه جان فرو
گر تا جو صفای شود گوهرم
الهام از آل تسان یک کواکب سیان
خوشا عیش تسان بر ماست

بدل و بخت و بر و شافقت
بر و گفت بفرمای شیر مرد
تو در کین بفرمای کنیز یاد و
که امی تربت از پالمی عشق
نه عرواز من از من بلز کرد
زبان را به ششام بر کشاد
ازان تیره دل سخت شدم
بیک کوشش خاص هر که
که اول بر آورد دم ز خویش
ز خویش هموار و بپوش خویش
بعمر از زمان باز بر دستم
بفرمود ازان پس با علی افتق
که هر کارش از بهر روان بود
بپوشش بر شیر نریدان شد
یکی جرحه از عفو میو نشان
ببینم استمان نه نیت بود
شوی پیر و شیر مردان علی
بمن بیز و خود بینی من بود
دو دماغی ساقی گوهرم
الهام از آل تسان یک کواکب سیان
خوشا عیش تسان بر ماست

ره هستی و نیستی کرد و چلی
رخ شاه جهان دیده در شب
نبردان جلوه خرم و محال
درین کپه بادوست و دل
نگیرند یار می که گیرد مال
بری کرده جان دل از دست
که بر دل که شدت بهر سنگ بود
و گر خود در نیستی برزند
منه نیستی خویش و بگرگیت
و گر شب چو سپید سالار شود
بجایماند از شعله زهر شست
و هم شب زنده بود و نه میگذشت
سرافرازیل بر رخ میهمان
چند حیرت ترکان بهرام تن
همه حلقه بر زلف شکیب و
همه داده از زکس و لریا
و شاکان یکسویه داده و پاکی
همه طره بکشداده و دلبری
همه ست از غمزه خمر بریت
ز پر نیزه تر نه جستم سپهر
ز ترکان نوازنده نغمه

بزم محال

سز گفتی از غمزه جانفراش
همه علم و او معلوم او
سرد این غزل را با سنگ بود
چرا غمزه جان بر لب نگفتم
چرا سوز دل بر زبان نادم
چرا شمع بی روی او بر شمع
چرا خون منو شمع چو ساقی نماد
بدل تا یکی داغ پنهان نم
بگویم شود راز دل فاش کو
اگر من نباشم ز گیتی چه سود
زخم ناله کو عالمی بر سر روز
سمن نماند به تبا بندی
با این درد افزون نیم مرده و
سوزی چنین با ناله و چنگ
فغان بر شیدم تا و این چنگ
ز زلف تو جان مرا تا نیست
کجا نواهم آیم بچشم پر آب
مرا پیش ازین تاب و می ماند
مگر با تو بگیرم یا می گفتم
ولی جانی افتاد می ای جیگر
نه ای وصل تو مایه زندگی

ز خون سیاوش بر شمع بهش
ز ترکان لاله چین و چوم
که توان ازین پیش و دست
چرا این قصه از این تن نگفتم
چرا عالمی در زبان نادم
چرا پی مهنش رو با خمر گفتم
می فعل و حسابم باقی نماد
چگونه در کار و ندانم
و گر هم طوفان بود باش کو
که باید بدل غمزه پنهان بود
کشم آه کو خلق عالم سپرد
نیم چرا با چنین زنبیلی
بدون کنم چاره در و خوش
ر بود از کفم عشق کشش
که ای جیگر است بدل چنگ
ز چشم تو چشم مرا خوانیت
که از دیده آیم فروخته شود
بدن تاب و دل صدف می ماند
بیوی تو امم مگر می گفتم
که نبود صبار ابر با ناله
غم عشق تو فصل فرزند

بزم محال

زهی شادی روزگار به
 خیال تو شمع شبستان دل
 غمت یار و یار تو و مساجین
 گمراهی بر سوزم از غمی تو
 غمت بهر من آفتی ز غمت
 ز دوری تر نیست غمت و گم
 به خوابم در آئی که خوابم بری
 پرانده کوی چو از حد گذشت
 چنان بنیود از جانان شدم
 شد بهر دوا و زیاوان شدم
 ز من ترک همتی شد از غمت
 بدو غمت ای مهر ویت یکبار
 زستان عشق طرب و ریت
 تر اشورستی ز پیمان است
 اگر بینی آن گردش چشم است
 تو ای آفت قتل تا راجه بشی
 بهاست بمانی می تا بنایک
 چه بودی که دیدی این عشق
 نجستی در گردن خوش گوار
 چه بودی که دیدی خسار
 چه بودی که دیدی مال و جانی

غمت یار و یار تو و مساجین
 وصال بهارستان دل
 خیال خست غصه پر از من
 و گمراهی از فرقت ربوبی تو
 که نزدیک بگذشت ز دوری تو
 فراموش کاری دوری تو
 بحالم غمی که تا بهم بری +
 پرانده حالم و گمراهی گشت
 که چون از نقش پریشان شدم
 که افتادم از پای غمت زیت
 که بی باده چون اهری گشت
 ز غمت خست جاده چون یکبار
 که این می کم از آب گمراهی است
 مراد سر از عشق نهان است
 میت افتد ز چشم و ساغر زیت
 اگر بینی آن لعل صبا و زیت
 اگر آب خست ز پیمان است
 همان چشم تر که در غمت
 نگفتی ز ترکان خفته گداز
 شدی ببل مست گداز
 شدی قمری سر و عنای تو

حاجه

نه سواد می سامان بر لب
 نه دل یافت و نگذرد از لب
 از ویران و کجاست
 چنان نیست که دل و تو را
 که آید و غمت بر آن دست تو
 بدان تا که بگذشت
 ای پیش بهتر از اوست
 ز ساقی و مطرب فراموش کرد
 ستود آن گمراهی گداز
 که رسته چون من یکی چاکرت
 جمل بهج غمت و غمت
 که از هستی من بر آورد کرد
 بجان شعله ز سوخته گداز
 که هستی نه زدی به پیش
 که این پیش می شد و تو
 که کیسه به نام تنگ آمدش
 که او هم حکایت از و بگریز
 نشانهای کل بشود از غمت
 ستمنا چو زگر انما به غمت
 چرا بهیم اندر جوانیت پیر
 که ز میان بر آشفته و غمت

نه بینی کسی که شد جلوه گر
 کسی که شد زلف و دام دل
 از و بهر و صندیران هوس
 ز تن گرد و جان بپیداو
 ای سوزی از جان ندارد و غمت
 شکارش به بند آسب بند
 غش خوشتر از کجاست
 که ترک کاین غمت گوش کرد
 بر سینه فرخ برادرش را
 چنین گفت کای آسمان در
 تا ندین برین شعله فام
 بین تا به میگوید این سواد
 ز جاش دل از ناله زار او
 بهر که دارد بگوید گداز
 نه آنست این مرد و بدارش
 که با پانی خاطر بنگ آمدش
 تبسم کنان گفت سالارش
 حکایات محبوب بر این حدیث
 که انما یاد به برمی و گفت
 که ای پاکدل مرد و دشمن
 که رسته به طرک و بر چرخ

اگر چشم مستی ز دشت آه خواب
 مگر دیده غنچه خوش سخن
 مرا خواهم از غولش آگاه کنی
 بگوئی همه را ز باغی هفت
 بدو گفتم ای مایه سحری
 مرا در درون آتش هستی
 چگونگی ز را ز کمی پنهان کنی
 کس از نام آتش نیاید بیان
 ز بان خود از کشف این آتش
 سری داردی سودا ز کیهان
 مجو آنچه آسایش از جان برد
 بدل منع من آتش تیر کرد
 و گریه گفت آنچه دارم نیست
 که منع تواند شیه ام پیش کرد
 چو دیدم که این در خواهر گشت
 بدو گفتم ای او سودا زان
 نه این گوهر را یقین توان
 دل با تو در پرده انجم سخن
 یکی دستان عانت با پیش
 آتشان حقیقت جان خویش
 بسبب ای محبوب پرین
 بیاعت ترک کردن وطن باز آمدن
 صورت صلی نبودن

از این سخن

یکی بودم از دوستان قدیم
 شگفته چون بر رخ یکدگر
 خرمند و آشور و یکدگر
 مرا پیش شیرین رکقار او
 قصار اسرار کرد و سالی چاره
 اثر کرد ز هر قش بدل
 سپهر بدل باز منت نهاد
 چو آمد پیش آن خاکیش من
 گلش کشته آتش ز شمعان
 ریمده نشاط از دل شادوی
 چو گفتم نه آنی که بودی سپهر
 بافتن چاره ز دوت خاشی
 بر آشفته آبی دوبار گفت
 ولی پاس هم کن از دست
 بدان ای کران مایه یاکین
 ولی قانع از این آن آشم
 که بایست بگرفت از شهر مان
 بیاید ز هر دو دم و بر جیت باز
 بدانت بفرج جیتی که هست
 ز مردم کسی که مشهور تر
 چنین می شدیم تا بهر کشوری
 شب و روز با هم نشینیم
 ز نیک و بد یکدگر
 سخن سخن در دشت و بستان
 شیم روز روشن و بیدار او
 جدا میش بر من جهان کرد ما
 ز دقت غم آتشی بدل
 که جانم بدیدار او کرد شاد
 نه آن بود کاول شد پرین
 شده چیره خیریش بر اعلان
 شده نو بارش تیار ای
 نه آن خبر بانی که بودی چاره
 بدل شد بخیریت خویشی
 که توان بهر کس از الفت
 من آنچه فیه است بهر دلت
 که چون برگردیدم سفر وطن
 همین آودیت نشان آتم
 چو حیوان آب حلف بهر ما
 ز احوال گیتی نشان هست باز
 ز هر صنعتی چه بلند و پست
 بزور روز و ملک نمر و تر
 دل شاد و آسوده از بهی

بدین خوش که چون کف در باد
بصدرم نشاند در انجمن
که کار از موهبت گیتی نود
شنیدم که بستند بجای حقیر
قرار زمین است از نام نشان
همه که از راز بر یکین بد
یکی باشد از اسم اعظم خیر
یکی صاحب کردار و ادب
بدل لغتم این قوم خود گیتند
بیای طلب دوانند حیات
چو دیدم همه حیل و شیل بود
چو آن کس که می جست آجیات
یکی گفتش آن چشمه دشت است
پیرانش صفتش در این
مرا نیز صورت زره باز بود
همه طره و بند و ستار و ریش
بیو می مریدان همه تا بگاه بود
چو آن مور که می که از زخم
که چون موسی که در آن کند
تینده همه رسته چون ملکوت
همه ندکی خستند از خلق و بس

یکی بر شنیدم که مرده است
شدم تا خبر یابم از حال او
چو دیدم یکی پیر سید لعل بود
قد گفتی کی تر رف و ریاستی
فرو زفته و در خولیش گردا بر
گذشته بسیه از وجود و عدم
خضر پیش لعلش ز شتر سنگ
بکوشش متاع غنایم شنیدید
بیم شد ز خاک در پیش سپهرین
بگفتم در بود و رفتیم جواب
نشستم بفرموده اگر ام کرد
پرسید و گفت از کجا آمدی
بگفتم بی آشنایم
که من نیستم واقف از راز خود
بسی گشته ام کنه عمر و زید
تنهایی دل خستم از بهر می
بشنیدم چون از من شنید
بگفتا که تا تمنای چسبیت
ز بهر گون گفتی که در عالم است
که خوانی چو بکوه جان نشین
و گر بر چه کس اکتفایش دهد

حقیقت شناسی است که از کت
بر بیم کرامات و انعام او
که چون خلق بود و چون خلق
بطوفان از موهبت کفایتی
ز قعرش پدیدار بند کینار
قدم زود از تنجه بدین قدم
نمان گشته چون چشمه زنگنه
کز این در توان در مناسبت
همه شکس چمن بود و آستین
جوانی که پرواز و صحرای باب
با هشتکی تو ستم رام کرد
که در چشم من شش آمدی
ولی هم تو که کز کجا آمدی
ز نام ز آغاز و انجام خویش
بسی دیده ام شوه زده
ندیدم بجز دامن حیل و شیل
دل از خنده اش ز مناسبت
بگفتم که دل آتشی است
ز اسم خداوند که اعظم است
چو بر مرده خرقایان خست
آباد و بد دولت فراش می دهد



جواب هم بود پندار تو ز خود هر قدر چشم پستی کنی ز تن دل پر و از نایاب ازین فکر و وسواس لا تورا تو را ز رسم عظم چو بوی شکسته کجاست نه از نام آب هری رو که انی منزلت از بر و دل طلب کن بدین گما چرا گرم چون ز ابد باردی اگر یا خواهی بجوی و گوی اگر یا اندر میان آیدت بکن کلج هستی خود در اخاب از اندم که آن کلج را یستم مرا حالت این است اسی بود میان من و آن کرامی ندیم همه قول او در است پند آتم ره او که ختم که را بی خوش است تو گفتی که این درستان گفت شب در و ز من شعله در دست تو نیز اسی جهان جوی با فروجا مرا حالت این است اسی یار کن	همان خود پرستی و انگار تو ز جام لیم جرحه نوشته کنی باندازه خانه ممان رسد مهم تر بسی کار باشد تورا رو از رسم سوی سستی نگر که آساید از نام نان ناشاب نه تو خسته فانی و منزل دراز چو دل یافتی رسم عظم تورا ز روی که نایب از و داری که از ذکر پر می نگر و دوی کجا کار چشم از زبان آیدت مر آن کلج نایب خوش بیاید بوی رانی خویش بشا ختم مرا خواهی از مهر با من بساز جو بود اتمادی ز عهد قدیم هر پنج او بدل کاشت من کاشتم بهشت است بادوست که آتش است یکی شعله گشت و من در گرفت درین تپش آسودگی مشکل است خبر تشنگی دیگر از من نخواه ازین پس من و پنج و تیار من
--	--

بیاساقی آن جسم هستی بیار که کلج وجودم چه ویران شود بیان لولک تکیه ساق بر راه عشوق دل جهان حبیب ضای آن حلقه یکتای زمان رفاق	همان دشمن خود پرستی بیار عیان برین آن کلج نمان بیان لولک تکیه ساق بر راه عشوق دل جهان حبیب ضای آن حلقه یکتای زمان رفاق
بیابان کن ایدوست قربان دوست نه جانست آتش غرور و نه هست مدان آتش هر که او گشت هست نه پندارم ارنی بجانان بری از آن آجیوان بود نام او گذر از آب آتش کن از بندگی بیتوان توان تا توانیت هست ازین بند نام چه سود آوردی و گر روز کن این رواق بود ترسمی که خط شعاعی کشید چو از ماه قربان و هم روز بود برسم خلیل آن بگو از چند چو روز نیروش در آن هست ز خون جالور بس که شد بران چو فغان شد از کار خون خشن سخن که درون در شد و نه هست مرا گفت و انشور از راز چو	که جانی ز تو بخشد جان دوست نه آن آتشی اندر آب نه هست که دیوست کشتن ندکی ز آتش که گر آجیوان خود بر جان بری که جیوان بود زنده جام او نه ز آتش نه از آب کن زندگی بجانان بقیستان چو جانیت هست که فانی فشان و باقی بری عیان گشت خود پرستش بود سر کو سپندان آتشم برید فلک نیز دمی بقربان کشود بفرمود کشتن بسی گو سفند بهر گوشه از گشته صد گشت بهر جای که رود خون شد و آن هم از پای جان شسته بختن بمیزش سر بر بندش است که دانشورا بشنو و باز گوی

بگو چون خلیل آن سزاوار مرد
 چه سودا بفرزندش خست ماه
 چرا شد در گون و خوب بخت
 که او خود نه این پرده در سازه
 یکی پامی بکشاده هر سو شود
 یکی راه ماز و برادرش داغ
 زمینامی می دیگری گشت
 سماع این کنندان برادر نفیر
 یکی که خدا دید و شد سوی ده
 صفادید آن تمامه فاشد برقص
 چه بود سیه سنگ نیست باله
 مرا چون نداد و چنان دیده است
 اگر زاب زخم شوم دور به
 چه دانی در این راه با من بوی
 بدو گفتم ای سرور بر منمند
 همه کام دل جز در دست سپهر
 سخنیامی نغمه شست یا و باد
 چه بر می چه بود آن خیال خلیل
 چه آمد به بر وانه سوخت
 جان ای که انایه کان نور پاک
 همه هستی باز خود پر آواره کرد

چه عاشق چه جزو نیازش همه
 چه عقل و چه آن خاشاکان سالش
 چه دین چه آن چرخان پرورک
 چه ناز و چه آن که بر خود پیش
 چه شمع و چه آن خشکیش در داغ
 چه رشت و چه نیکو پیست و بلند
 ولی ز افلاکاتین رنگ بخت
 جوازید و رست بین بگری
 چو از ما حقیقت بغیب اند
 از است کان با افلاکات
 ولی را که نروان گشایش دهد
 که او را کند فتنه بر زلف و خال
 که از کفر گردد بر و جلوه گر
 گشت رخ نماید ز سیاهی دین
 که از تیرگی که تبا بنده گس
 زهر سوز و آشکارا شود
 چو گشت بر شناسه کجا بندش
 زهر جابر آرد سر آن نازنین
 شناسای می می نه پر داز و او
 چو بر غفلت بیند اندازد نقیین
 چو از چشم منی ندان و نظر
 چه مشوق و چه بیخ و نازش همه
 چه عشق و چه آن خانه پر داریش
 چه کفر و چه آن رقت غارت کرش
 چه خاک و چه آن عجز و سکینش
 چه زنده و چه آن باد و آتش در داغ
 بود جلوه گاه است خود پسند
 که این شست و رست و بخت بخت
 ز غولی و ز غیش بی برکت
 بگویم کان دیگر آن دیگر است
 یکی از داند گیری لالت حیات
 زهر آرایش فراشش دهد
 بجایش گهی ره زند که بال
 که کفرش همه دین شود سپهر
 که کفرش شود بر تو لایق دین
 که از با و شاهی که از بندگی
 جو بسیار بند شناسا شود
 که از غار باشد چو گل چنیدش
 چه از کفر بشناسدش چه ز دین
 نظرش که شسته است و پاکد
 که با و است یا سکه یا انگبین
 نیار و صورت نمودن گذر

گرش می دمی ناپسند آیدش	خورده است می رخسار آیدش
کسی را که کور آید از مادرش	ز میانیاید سخن باورش
و گرنیز باور کند دیده نیست	شسته است از روی کشتن دیده
خلیل خدا نیز مهر پیر	بدل یافت چون بندیش اندر پیر
ولیکن بد او را رخسار آیدش	گشت از پاک و او را رخسار آیدش
بگفتایم یک دل نگذرد مهر	بر آن شد که بر مهر خوب چهر
چو آورد با خود بقربان کشش	خدا که در از سر کار آیدش
چشمش کی سر نه اندر کشید	که انبار را عین و مسازید
چونیکو نظر کرد یک نور بود	که که یار او بود و که نور بود
بالید چون چشم یار و گر	رخ یار خود دید از هر بشیر
نه از هر لبش بلکه آن آفتاب	به کلی ز هر ذره بودی تناب
همی گفت و افکند برنده تیغ	که با دوست گستاخ بودم تیغ
از آن پیش میدیش غیر دوست	رو بود اگر سید ریش دوست
کس کون دوست را دوست چون بودم	که گر بر درم دوست را منکرم
چو از دبر روی این در کشاد	گفتا نشانیش باید محضاد
که هر کوی به بند نشان مرا	بینکی زنده وستان مرا
درین بد که جبریل گفتش بلند	که بان ای خلیل اله این بلند
بیاوردم او را ز باغ بهشت	که بهر خدا نیزه آن را شربت
بهشت است کتی نظر کن بهشت	بهشتی کسی آن که حق محبت
بهشت است جانی که آنجا رسید	بهشتی کسی کایدش کینا
همان که با در دوری رهنا	که مینو بود و درخ جانگزیست

خلیل آن خدا را خدا کرد زود	جو بروی در نشانی گشود
دیگر بهر کجا یافت کام و مراد	با گاهی با نشانی نسا و
به جاکه ره یافتند انبیا	نشانها نهادند از هر ما
که با چون تعلیم و برده شوم	بباد او آن راه مکره شوم
بدان ای گران مایه بی نظیر	کز این راه رفتن بود ناگزیر
چون با چارمان باید این راه رفت	شنگ آنکه مایه آگاه رفت
ولی شکر که فیض احمد کنون	در این ره توان رفت بی غم
که از پس نشانها در این دهنا	شده جاده روشن بارشاد
نشانهای ره پیران ای اند	که ست از می جادوان می اند
نکونید از و آنچه نشینده اند	که بر رخ خویش همه دیده اند
چه گفتی تعلیم چون ره روم	بنا دیده برویده چون بگروم
چو با که خداست تم آشنای	چرا باید رفت تار و ستا
دلت گر نه با که خدا آشنای	بان آشنای که با که دست
که تعلیم باشد ز ناخبر می	اگر دست تعلیم چون خودی
ز گم گشته گم گشته کی راه دست	ره از دست از ره و آگاه دست
تو دلمان دانا نگه دار سخت	که نادان نباشد که قند سخت
چه تعلیم دانا نباشد سخت	نخود چکس فضل و دانش سخت
کسانی که دانش بند و تسند	تعلیم هر پیشه آموختند
بیان شباهی می اقتدار و محبت و آشنای او با تجار و زور	و خاطر داری نمودن اینها با غازی شمار
ز هر شهر شد کار وانی شمر	سوی دار ملک شمی و اوگر

در این راه رفتن بود ناگزیر

نرمند و رنگ زرقار چین
فرستاده شده کاروانی شگرت
در آن شاه را بود و ملک تنسیم
فلک همچو گوی چو گان او
بدرین مطنخ و مطنخی حساب
شدی بزرگان کاروانی شگرت
همه خشنودی ز شاه و آب جاه
شگفت اینک ملک آن کاروان
نه جانتک میشد بهمان او
بلکش بر انگس که آمدند
کشیدی از بروج رخ ارولی
که در راه تا کشور آن خدیو
بشکیر آن کاروان شتاب
در آن کاروان بود و نامانسی
جوانمرد و بادش و خرد سی
به کس که بودی در آن کاروان
به صاحب کاری که افتاد می
گفتی من این راه لبیده ام
بسی دیو و دوا که کرده ام
وین ره که اندر زمین شنوید
همه بر شما صبر بانی کنم

ز روم فرودش وزیران هین
بخشش مانند دریای شگرت
ولی داد و کردشت طبعی کریم
مهر و مهر قرضی و در جوان او
یکی زانند مرغ به آفتاب
بلکش چو شید در باری ارد
شرف شدی بیدار شاه
شدی بر هم از صحن کاروان
نه یکاشت همان از جوان او
آرامی دل باز گشتش بود
همان بگو در راه یا مغرلی
بسی صاحب هر کام صند غول بود
همی را در بوی آن آفتاب
سفر کرده و دیده سختی بے
ز پهرش عیان قره ایزدی
بدی همچو مادر پدر مهربان
به یک جدا کا نول وادی
به دینک او نیک بنجیده ام
درین راه کاید از دیو بوی خون
بقول من از جان دل بگوید
شب در و زمان پاسبانی کنم

نیاید بر پیشان سحر بد
پی زمین و دیو و انم به
همی گفت و آن کاروان از سو
نشد قلعه از بایک شام و پیا
تسخر فروزدش از کمر بی
یکی گفت تا شهر خیدست راه
یکی گفتی از شه بهما باز کوی
یکی گفت این این شاه چیت
یکی گفت اگر دیوی آید براه
چو از غرند و دندان رشند
به ایشان پس انگاه گفت همکار
فرشته فرستاده در کاروان
کس از نگ شود و بنما با شمش
فرستاده شاهم اندر شما
و گریاره گفتند کاین روشن بین
شبی که جهان تا جهان ملک او
پیاده فرستیدی را روان
فرستاده شه چو با شد خنبین
همی چند از کاروان و درش
نه زادی که با خوشتن داشتند
به باز گشتند اندر طریقی

نه از غول و در برف از دام بود
برای که آنان ترا نم به
هم گفت به یک رهی چای پس
لواهی بزرگی به برف شست
که ایله شمرندش از لای
یکی گفت چو نشت این شاه
در ایوان چو نشت شدی را بروج
بر شاه از حرمان گوی گیت
از و باز خواه این تن بیکاه
بر ایشان بفروداند روز وند
که هستم فرستاده تحریار
که آساید از من دل این آن
غریب از بود و شنای شمش
بر هم تا شمار ایمان سرا
و م و سبک مرد و دروشن بین
چنین بنده از چه در سلک او
که ز و با سواران چاکان آن
ز دهانی شاهان صید خن
شدند و چندند و قی میش
در آن تیر محروم نگذشتند
که بهتر تو شدست در ره فری

چنین تابیا بد شبنمی تیره فام
شبنی نارنگ شک فتن داشته
بسی خورده خورشید تیار او
ز انگشت وزنگی بسی تیره تر
نه قمری ^{نکال} قمری مهر ارشدی آشکار
رهی صعب پیش آمد و پرنیو
دراو بانگ دیوان غزلان همه
زده راه غول غزلان او
همه برس از سایه گستر شدی
برامان کس که زدی حاجتک
بردی مار و کتر و دم فروغ و شمش
شده موش و شمش یار پینگ
در آن سخت راه و در آن تیره
جزان پاکدل پیر روشن و دل
په پیمودی آنزه چنان بی خطر
هم آمان که ز قندیش بر قدم
نه پروای دیو و تیهیم تنگ
یکی کوه پیش آمد اندر گذار
سرا ز برف چون فرق پیران
بدان کاروان گفت آن کافران
که این شاه راه از و ان ایمن است

در آن کین آبا و نشان جای داد	می و ساقی و محفل آرامی داد
نروانند پنج گامی نروان	که ناگفته ناور و نشان نروان
و شاقان نه رو بخندمت گری	کینزان کل چهره در دلبری
وزانو و همه روز برکت گان	دران وادی از جمل گشتگان
بقیه ضلالت نروانند	همه آیت یاس بر خوانند
ز خود سیر و از جان طول اند	همه طعمه دیو و غول آمدند
سنای چنان قوم نخبه تیار	که اندرز و انامه بربکار
بتقلید اگر یک دو گامی رود	به از خود سری تا دایمی رود
کس از خود رود در ره صحنه	که او بر تن خویش جوید لپاک
بگلشت نتوان شدن برفیق	چه جای روی نخت و بخت عقیق
چو کوک نشین چند روزی خوشتر	حدیث از لب پر دیرین نبوی
بیاموز اول پس آنکه بکوی	ز خود راه نرفته هرگز تنبوی
من اول بخود در پشمان	ز فرم که بردم آنجا گشتان
کجا که بخود راه بسپرد می	سرازم کوی مستان برادر می
بیاساقی آن داروی همیشی	که اصل سرور است و عین خوشی
بده تا شوم از بی میشتان	ازین ناخوشان رو کنم خوشان
بیان مانع و بهار و چشمه با که روان	بگذرد بر کو بهار و باد
بازرگان بشت بسیار و خوش شدن	از دیدار شاه بخاشاک
بیامطر باره عشاق زن	وز این برده اش ز فاق زن
بسی زن که جانها غلامت شود	بسی زن که دلها بدست شود
بسی زن که عشق مرا نکند	دل تیره را بجای بر تو کند

که بی عشق هر شادمانی غم است	نغم عاشقی شادمانی عالم است
نیبیم کبکستی دلی شادمان	نیز انگس که عشقش زودش بجان
بگویم دین عالم از او کبکست	کسی که ز غم عشق از او کبکست
کس از بنده عشق شد باو شاکست	که بی عشق اگر شاه باشد کبکست
بشیرین لبی خویش را بنده گیر	بده خسروی یک شکر خنده گیر
و گر روز گاین شاه بازم ز سفید	چهار از بریر بر اندر کشید
شکر خنده شیرین چو شد کار	عیان شد رخ خسرو از کوه سار
چو خسروی که دور افتد از نار	بشد شیر دل از بر سپهر تن
ببشتی نگاه در می راندند	که شیرین و خسرو در خوانند
یکی شبت چون مرغزار بهشت	ولی خالش از عشق بزان شبت
ز بس لاله و گل و درو بر و مید	تو گفتی که شیرین و خسرو مید
مبوش بنایت خوش سار کار	خزانش بسی خوشتر از نوبهار
ز سر چشمه اش آب صافی روان	و لم گفت چون چشم عشاق روان
بدو گفتم این هست زانصاف دور	کجا سر و شیرین کجا گرم شور
همه آب آن چشمه بر گل روان	چو چشمان من در غم نیکوان
و یک این خطا کست نیز آشکار	کجا چشم عاشق کجا روی یار
بهار و بهشت است گفتی نه بخت	بهار و بهشت بجان بنده کست
چو شب گشت روی بیامد پیش	شب روزی آورد و همراه خویش
از و عکس من خوش نمایان شده	گفت خسرو آه حیوان شده
شب ماه و رودی همچو بون	که خوش و دود باده کرد و عیان
ز صافی جانند سیاه بود	بطعم آه حیوان و ران آب بود

در آن سبزه را را بگلخانه مست
 بهشتی خراسید کوثر بدست
 یکی جرمه افشاند ساقی برود
 تومی بین که یک قطره افروخت
 چو آن خضر لب آب حیوان شست
 که هر بزم ما از تو شد چون بهار
 کنون بزم شیرین و خضر رسید
 سخنان دقیمی از حکایات عشق
 بگو که چه نیرنگ شیرین تری
 بگو چون شود شیرام کسی
 ندیدم غالی که باز و بشیر
 زنی ز ابرون چون شود تیرزن
 یکی را ندیدم ز تشکین کند
 ز گل دیده رنگ و زرد و سمن
 ز رخسار خدنگد ابرو و کمان
 چه نیرنگ ز دور کسی برسون
 چه در پرده زور و مکی خوش نوا
 همه دایم از عشق و نیرنگ است
 ولیک از تو جویم روایات عشق
 بگفت این افروخت جام زهر
 که این آتشین آب ترکین بے

ز شیرین و خضر و سخن ساز کن
 چو از دوست جام شرابم رسید
 کشیدم بروی وی آن جام می
 الا نایاری بر این بر شکفت
 ز لطفی که با جان درویش کرد
 نبینی یکی را که شیرین لب
 چو خواهد محبت قصه از وی کند
 من از لطف آن سرور بی نظیر
 که الطاف او رفته بودم ز دست
 مع القصد سستی چو بالا گرفت
 چو آب خضر خوردم از سلفش
 بدو گفتم ای سرور این سخن
 چرا از دهن جوی اسرار عشق
 میوس می نموی بدین سخن
 ولی عشق چون در دلی راسخ
 ز خود شرم دارد اگر جان دهد
 بدل میفش آرد و دلی ز دست
 ندارد و نم بود و نابود خویش
 جهان گر بزم پر خور و سر مهر
 بامید زهر است تلخ کوسه
 نمی را بفسد شادمانی خسر و

سخن و زور منزل آغاز کن
 از آن آسمان آفتابم رسید
 که در دل چیده و ششم کام وی
 نکوئی که دین و دلو و ساغر گرفت
 مرا هر دوست و خویش کرد
 به ساغر می و مسل برین بوی
 از آن ذوق تعبیر بر می کند
 بی خوانده ام خور و در بر من گیر
 اگر پیشیاری مکن عیب است
 خرد مست شد راه صحر اگر رفت
 عوض و اوم از چشمه گوهرش
 ز شیرین و خضر و چه جوی سخن
 نیاید زهر بلوس کار عشق
 جو این سخن نیست بکس سخن
 زهر آرزو باید شش شست
 که زنی نه در خور و بهمان دهد
 که از دوستی دشمن آرزوست
 که با در و خود دیده بهیوش
 نه از خود بود و ز جهان باخبر
 به پروانه از آبجوان سبزه
 و به جان و دلداری جانی خسر

نوشد می کو طرب زایدش
همه عشق بزخوشین بسته اند
همه تیزبالان برکنده پر
کشیده ز کار جهان و شتاب
بز انوسه دول بهلوی دوست
دل از غیر ولد ار پر و اخته
بدل از نزدیک و از خوش دوست
تشنه لبی پرده بهلوی دوست
بشیرینی از دوست غمی چند
مکبوی حبیب از که انی کنند
زور و آچنان نشان زبانی نهند
میستی از آب شیرین گوار
چنان شکفته از گل گلستان
بکام دل دوست پر و اخته
بوس پیشه خسرو که خود کام بود
همه در پی کام خود می ستافت
مراتک باشد که ناش برم
که عشق از نقش است نا دور است
تو بر صورت از عشق باز می کنی
که صورت بهر دم و هر گون بود
بصورت که تا پایدار است دوست

سوی عشق باقی کسی برده راه
که خالی بجاید چون بگرود
در آنکه این نقش نوزدن ترا
اگر شکسته سیل ویدار تو
که شوق ایامی تو باشد مرا
و شقایق برنگ گل بر بر ما بین
تو که دیده بندی بر خسار او
کجا شاد و غمی و در بار شاد
از ان مایه بگرست سیمین
پیشتر که چون کام میشت
در بار بار کشتی بیخ شکرش
چنین است آیین ابل هوس
هر جا که کام و مرادی بود
هر جا که پیش سر و روی بود
لشاده می شنید و رانند کام
ولی کار عشاق از ان برست
بجویند چند آنکه بد کنند
اگر در بین باز نشود نشان
مدتی زایل و فاکوش کن
صفت تجرید و آمدن و برون
شنیدم که در کشور شد ان

که بر حسن جاوید بودش نگاه
بنای نفس زانجا چرخ برده رود
بر اقی است کار و بگردون ترا
فرستد یکی را طلب کار تو
بز روی بدر بار شتابی در آ
که باشد در ساد و شه چین
بعد دل شوی خود دیدار او
کجا بینی آن فصل در بار شاه
همان سود و غمی که از دست
ز شیرین بازار شکر شافت
کشیدی بوس تا در و گرش
ز خود نگذرند از پی بچکس
دل فانی و جان شادی بود
می و شاد و بانگ روی بود
ازین پیش سخن است از نشان کلام
کز ایشان بیاید قشالی است
بجویند چند آنکه در و کنند
بر آن در میسند و این خودشان
ز شیرین و خمر و فراموش کن
صفت تجرید و آمدن و برون
شنیدم که در کشور شد ان

تویی در با بستی و فریب
 ز تر تابا باغی آراسته
 گلشن مشک سانسبلش کفرش
 بقامت صنوبر بچهر آفتاب
 بهشتی ز رخسار تابان شده
 و دعووش برتش چو دواگنی
 و دل لب چون دوا دوی بلبل فرم
 خرامی بر قمار کبک در سینه
 سیه ز کس اوزستی خراب
 گردن و گویوش از شکاب
 بدش که خورشید از خیره بود
 تویی که روش دو سنگین بین
 برش چشمه بود بلور فام
 میانش چو بولی بد اما شکفت
 نگارین گلش چون بساغش
 فتاده بپا گیسوی چشمش
 مگر گشته دیوانه روی خویش
 باین خود هر صباح آن پری
 سوتن لبش می ران ز روت
 چو پخته کردی دل از کار خویش
 بدیش جوانی و شد صیدا و

بشد تا نظر باز گیر در روی
 بدل گفت خود را شکیبانم
 نظر خوستی بمن از پیش تیر
 چو در خواب رفتی جانم
 بهر چه هست غافل ازین
 از آن شد که چون بی قراری
 خرد با بنون خواستی جنگها
 نبودش ولی که غمش بر کند
 لکد کوبش شش چنان کردست
 بهر صبح که خانه آن ماه سنگ
 بهر چه پرستنده و دایه اش
 جوان نیز افتادی اندر پیش
 چو بهر با که دل بسته بر مهر دور
 ز لب گرم که سوز دل آه کرد
 ز لب شد پیانی زهر سونگه
 از آن سو بگد گرم غارت کردی
 ز سوز دل چشم خونبار او
 بنویشانش این قصه بداشتند
 پدر مادرش یافتند آگهی
 پر اندیشه گشتند از کار و خست
 بیاران گشتند پس ای آن
 دلش رفت و غافل افتادش زلی
 دلش گفت آهنگ حواکنم
 چو بستی نظر پیش در ضمیر
 چو بیدار گشتی خیالش بس
 که جوش حریر است و تر آیین
 شکایش بغم پرده داری کند
 بیک حلقه بگرختی در سنگها
 بجز عشق او را می دیگر زند
 که شد خاک و بر بگذاشتش
 بپوشش برون آمدی سوی ملک
 افتاده بدنال چون سایه اش
 شدی پیش خرم بروی پیش
 از و کام دل بستی اما ز دور
 صدمه از سوز دل آگاه کرد
 نشان در دل هم نمود راه
 و ز این سواراوت بفرمانبری
 رقیبان شدند اگر از کار او
 همه خشم کن و دخل کاشتند
 پریشان شدند از زهر گهی
 بدل هر یکی و یک سودا خست
 که چون باز دارند جان را زین

بگل راه بلبل بر بند چون	کسی درستان در این زنبول
که دیش نایست خون ریختن	نه با کسی شخصی در آتش تن
من این شکل آسان نایم می	خواین عقده را که آتش می
ولی باید این فتنه زور کار	نیاید بسوی گنگ غری آساید
چون چون نه بیند نه خویش را	خزاید بدل رخ و خوشی را
زهر کس از و باز جوید هستی	نشانی ز دمساز جوید هستی
منش گویم آن گوهر دیر یاب	فرو شد چو خورشید تابان در آب
گنگ آید آن آفتاب جهان	ولی اندر غرق شد ناگهان
همه یاد ریش ز غم خسته اند	بسوگ و باند نه خسته اند
چو این بشنود عاشق مستمند	برادر بسوزد دلش ز درخند
چو نوید کرد ز دل از خویش	سرخوشین کیه دو کار خویش
چنین کرد و با آن جوان ارگفت	حدیث پریشان بدو باز گفت
شد این سخن عاشق درو پاک	نهاد از غم دوست دل بر پاک
ز پاشی آمد و رفت بهوش ز سر	چو آمد بخود گشت با حیل کرد
که آن سرو بالا بت ماور و	کجا شد و این حرف دیافور
بیان گفت کاسخا نشانت و هم	نشان زان بت و نشانت هم
نمودش با نشت جای عیق	که آنجا نشانت ما و یکدیگر می
چون زور دل ناله در دواک	در آب انداختند چو دراز گشت
دل آتشی بودش از سوز و دا	آب آتش خویش اچاره کرد
سرکش جهانی بیلاب و دا	مکافات آن خویش بر آب دا
شدان حیل گزینان خویش	پیان کرد تا شیرستان خویش

پریشان شد آن معزین چار	که بروی شد این ظلم ز چار
چو این قصه گفتند با تنگ	جهان شد چو شمشیر سیاه
بجای شدن بخت نازین	که عاشق بینا و مالی چنین
از آن قصه فساد پرچ پرچ	بخود برد و بر دل نیاور هیچ
نشان اندر بت از روان	که ای یا دوست کشتی نصیب
ز می داده جان ز غم روی من	خدیجه جز اندوه در کوی من
ز پشت و باد و بزم پرده خواب	بجاست دهند وین اود تاب
یا خدای من شتی و غسل	بیایست فرورفت غار ابل
ز ما با تو این حق گذاری نبود	کثری در زور را شکاری نبود
ز من هر چه داری شکایت روا	ولی من نگر دم محبت کو است
کنون هم بدین کینه استاده ام	بنای خود و چون تو انا و ده ام
ز جام تو کام مرا بسج یاد	مرا شهد و بدخواه را زهر یاد
سحرگاه که چشمه شاوران	شد از نور خور گنگ و دوی
فلک بند و آسودان شرفت	یکبار بست آن سیاهی کبود
پری یکبار از خواب نشین بست	چگونه کجا خواب آن چشم بست
شب تا سحر چشم پندار است	که در دل غم زلفت یار بست
تین جامه دلبری را بست کرد	از زیور خویش آنچه بست کرد
بسی بر دانه خود و مندل بکار	روان شد بکشتی جوهرم بهار
بهمراه او رفت یاران همه	دل آسوده از تنگ از ده همه
رسیدند چون بر لب گنگ رود	سروتن باشند بهر رود
کشاده رخ آن بخت و لغیر	نه دریشان بهر سید مال هر

که آنرا ندانم که سود افتاد	کجا اندرین زلف در یافتاد
اشارت بسرگشته آن حیل که	که اینجا دورفت شوریده
پری بیکر و غصه بیتاب شد	ز تاب آتش گشت مو آتش شد
ز روزی که آمد درخشان گیسو	بدیاف و رفت با رودگر
بسی سرگسی که در حبه جاشنا	ولی شد بر آتشها آتشنا
ازین بجز تر و رفاق نیست	که معشوق در پس عشاق نیست
زبان مین ز مردان مین جسته اند	ازین کار مردان مرق شسته اند
بلی عشق پاک این اثر پاکند	جزینها که گشت دم و گریه پاکند
جوی هم جان نیست عشاق را	ز مردان زبان نیست عشاق را
نخوان عاشق آنرا که باشد جز این	که فروت از دست نماند
تو شیرین و خسرو بی عشق گیسو	نه شیرین است کان نقش شد جز
یکی از شکر خاطر شاد و جیست	یکی کام شیرین ز فرما و جیست
تو این خود پسندان نابرو بار	نه عاشق که از هیچ کمتر شمار
بدیه ساقی آن در بازوی عشق	که طبعش نکر می است چون شمشیر
مگر شعله در خود پسندی زخم	بسیکند و در دمنده زخم
بیان عکسی جهان نایابی آن	و گذر اینان زخمی نمی
و خوشی و ناخوشی هر یک توانا	و نا توان
جهان گاه شادی و گاهی غم	همه غم همه شادمانی کم است
که آرد خردی و کنه خردی	کند گاه زخمی و گاه مرده
بیک سینه انده بیک دل سرو	بیک خانه نام بیک خانه سور
یکی شب خور و ز جام شراب	یکی تیره پسند بر روز آفتاب

مژده نه شاد و نیست مرده است	غم و شادی ایند زین و آن لب
یکی رخ نامروده بر کج زو	یکی کج نه ساد و هر پنج زو
همه هر چه پیش آمد از خوب تر شد	بدانکه نه آید که شد سر نوشت
درین آفتاب خامه لزان بود	سخن هر چه آرد و پشان بود
نه آن دوستانست این آفتاب	که خواننده را دل نوزدین
که این قصه را خواند و زاری نکرد	چو ابر بهار و شکبازی نکرد
که باین سخن خاطر می شاد و جیست	و گریه دل از سنگ بود و جیست
که این قصه خواند که باور کند	که نماند و تصدیق محشر کند
یکی دوستان و هم از ترخسته	بدل کار کرد و ترخسته تر
ز شیرین آن رشک گلکوت حور	بساط نشاط و سرای سرور
چو شیر از آن خاک مینو شربت	ز مایه خزان شش بهار و جیست
چو شیر از آن خاک را شش فرا	همه جای شادی و عیش و جیست
چو شیر از باغی همیشه بهار	چو ایش ز غلدرین یلو کار
نسی که از آن روح پرور و دد	تن مرده را روح دیگر و دد
که از لای چشیش کفی نقشبندی	روان بینی از دست خود و کوی
هزاران قصه را در روی قصه	چو قصه جهان جایی نماند
همی با سمان کردن افراستی	که با سمان همی دشتی
ز غرض آسمان را ندیدی فرو	بغیر از نگونی و شد سرنگون
چو پری چو بوم که این حال نیست	سی و نه فرون از هزار و دست
که با هم زمان هم سال بود	سوم عشر از ماه شوال بود
مگر بتین روز از هفته بود	همان چو خورشید نهفته بود

بشیر از آمد سبک ز لرزه
زین بجز در باد آمد بوج
و یا بچو گشتی که بر روی آب
بجست با دست تنها خاک
چنان شد بر خاک خاک سیاه
فلک بر سر خاکیان خاک گشت
زیرج و بازو از ایوان کلخ
پد ز رده از یاد محسوس
چو کوکب بباد در آید سختی
فراموش کرده طیس ندیم
گران شکما آمد از که نیر
همانا ز بس خاک عجز شکاف
بر فروخته شعله از بر مغاک
بطوفان آب از نور آمد آب
شده یاره به که مانند طوفان
بسیار گشت زین گشته
ماند از که یوه بصیرت
همان کلخ پو رسته تفتین
امیر آمد آن سبط پاک گشود
یکی طاق حجاب ابل غوغا
چنان آمد آن طاق و خمر که بجاک

همان روز شمشید از ولوله
همان غرقه بوج افروغ فوج
بجنگنده طوفان شمشید
بجانی در آمد بجاک بکاک
که شد تیره آینه مهر و ماه
زمین از تزلزل بر افلاک سخت
بجای آمد و شستی همه سنگها
پس بر نا امید از دغای پدر
از و نام چون جسم بگر سختی
ازین ام عاوت دغای تدم
که بر خاست از کاو و مایه نیر
بجانش مل سنگ خدایان
تغییر گشتی بطوفان خاک
بطوفان ناک نشتر گشت
فرادنا موسی نموده طوفان
بجنگش زمین از تزلزل بجاک
که با صفت و دست یکسان گشت
که بود آسمانی بروی زمین
چراغ هدایت بر ابل و صول
در و خج ز ابدیت طاعت و دعا
که ماند آسمان تا که گشت بجاک

فرخ دی آن بوج دریای نور
فرو گشتش آن قبه بر خ نقاب
در و بود چون نازنین بکری
بواسی زمین بوسش و شست
و گر کلخ فرخ برادرش را
چنان کوفت بر خاک و در سپهر
گر چشم انحر ضیا خواستی
بر آورده کلخ جایون شاه
یکی طاق بگشته ز اوج چهر
چنان کلخ نادیده آسینک
زارک کوبین شد ستونها گدن
ز مسجد باز آمدید ان بیابان
ز سر طاقشان منع کوبند
بساطاق کاغذ رسی فرو و
کس آن طاقها چون بیخه خرا
نکون گشتن خمر که همتان
یکی زان میان کعبه تنگ من
چنان آسمان کوفتش بر زمین
من اکنون نشسته ابر کل خاک
جگر یار کاغذ جگر خواره کان
نماند و زمین فوخته و خامه

کرا و نور نیر و ان بدی در طوفان
تو گشتی که شد و کسوف آفتاب
مبارک نهادی نگو گوهری
فرو و آمد و طاقش بود طاق
که زینت بد از فرخی عرش را
که مهر از غبارش پوشید چهر
ز خاکش فلک تو تیا خواستی
که باشد جهان را زهر پناه
ز آینه پنجه ماه و مهر
چنان گشت کاینه ز آسینک
که بدی کی آسمان استون
اگر جوی از چغدی و سرنخ
که کوبانی طاق تا او زند
که در محکمی کمر کرد و ن فبود
کی این روز زیر گردون بخواب
قیاسی ست بر حالت گهران
کرا و نام من بود شد فلک من
که گوئی نبوده است آن سر زمین
پس پیش من ناله و درناک
زخان و زمان گشته آوارکان
کز این حالت انشا کنم نامه

شکسته قلم در سر انگشت من
پریشان ترم ز آنچه بودم پیش
بگریم بخود پاکه بر دیگر است
گر قلم بر افتا غم از دیده آب
نمیدانم این درد را چاره کس
شهنشاه فتح علی مشه که باد
خدیوی که آتش جان از او
در شل آسمانی است چرخش زمین
ز دستش که از اعظم است
تغیض که برق کفش می آید
نشست او تا به تیر افکنی
کجا ابر را مایه در باستی
ز عکس دلش تا بلش آفتاب
جهان سایه پرورده پادشاه
از و بجز رموی خود کم مباد
جهان شهر یار افلاک چاکرا
زهی ز بس پاک پروردگار
بویره بجمع پریشان فارس
تو چون مایه شادی عالمی
تو هستی چه هستی اندر مهر
تو شاهی ملک از تو و لکنه

سر انگشت من خانه درشت من
ز غم زمانه فرسوده شیش
غم خود خورم غم کسوری
کی از سیل آباد گرد و خراب
خدا و خداوند دانند و لبس
جهانش بفرمان فلک بر مراد
جهان بنده فرمان فرمان از تو
ز جام جهان نیش به جگر زمین
اگر مانده بجزی جهان است
کجی که بجا مانده هم تیغ است
تند یک چرخ پر دیزنی
اگر نه ز دستش مدد خواستی
ز جو کفش بجز در خطاب
بر این بر سپهر و ستاره گویست
جهان چون سرموی در هم می آید
رعیت پناها که گم گستر
نماز تو واجب ترین کار و بار
شکسته دلان همین پریشان
چرا در دلی بود باید همه
تو یاری چه خصم شد سپهر
تو بر می گشت از تو و لکنه

جهان

ز صلت ملک خاک لنگر نیست
ز شیر و زشت بکا و زمین
نه یک ساله شاه که ده مالین
اگر دیده بر دوزی احوال ما
اگر لطف عامت شود یار ما
وصال این همه نار خالی که کرد
و گر نه کیم من که گستاخ وار
نصیحت بشایان خود رستی
غرض عرض خالی است بشیر
کسی را که بخوان دهد سوری
خدا و ابر بان است بر خلق خویش
صلح جهان آنچه باشد خدا
چو هرج آن کند شاه نیر وانی
من آن به کز این گفته به هم
همی نیست تا سایه از کعبه
از خلق با سپهر و امید باد
ولا چند این و شست و دلوله
بگرد و این حال چرخ غم
بسی بودی از روزگار انبار
نماند هیچ چرخ بر یک قمار
زمان چری خواهر انجام یافت

چرا بار ما خاکیان بر نه است
که خواند آتی تا بلز چنین
نخست بر این بودم بران طبع
سیر روز مایه احوال ما
ز وصال بهت آخر کار ما
از آن بد که بودش ملی مجرور
نصیحت برم بر در شهر یار
بهانه مرا مغر سو دای است
و گر نه مرا با فضولی چه کار
به از ما شنا سدره مهری
پس از وی خداوند الهی
همان افکند در دل پادشاه
بر او برزودن زمانه ای است
سرایم دعای شهنشاه و بس
بود بر سر خلق سایه خدا
چو اصل خود این سایه باد
نه پیوسته خواب بر این زار که
باستد بار ام خاک و رم
یکجی روز بار و روزگار انبار
بهر دم و گر گون شود روزگار
زمین خواهد از خدیش آرام یافت

و گر خاک خدیش کن چون چه	تو باش اندر و چو تا بنده مهر
جگر خوار کی چند باز آرد	سراسر باند و سپارد دل
خویشم که دانا بود شاوخوا	چو نادران نه دل پرانده مدار
از آن آتشی که دل افروختی	جهانی درین آتشی سوختی
چو خستی کنون چاره او بسیار	دل خسته را تو بشمار و بسیار
یکی دوستان کو که بشد روان	ز سپیدی را و سر و جوان
سعی نه او نه خیر شکن	کو شیر دل کرد لشکر شکن
ازین دوستان جان ستان	ز غیرت روان ز میان بود
ز ناما دران و زما ندران	همه کارنامه تهنیت و ران
بهراب ازین استان تاب	همه دستاش فرا آب ده
ز غم جان و دین تن آفتاب	ز آرم خوی ران افراسیاب
بزرین سخن خواب خلق از هر اسرار	که انصاف نشاندش نشناس
بیارای زان گونه گفتار را	که از دل بر دهنول پیکار را
از و مرده تر سنده کرد و دلیر	دل شیر خنده بر و باه پیر
بر انگشت خوانی فروزان بود	بدریا بری آب سوزان شود
کز این کاخ واهی ز گفتار خویش	بجز راستگی می مکن کاخ خویش
بنظر بر این دوستان آنچه بود	اگر چه بر آن بود توان فرو
تو خود چه از راستی بر فرو	اگر از رشک سوز و غم و کوه
در آغاز این نامه باشکوه	سخن مانده از نیتسای گرو
که بر خویش تشنگی و زرد روز	ز ترکان کردلش گینه توز
یکی ناموختیاری نزار او	دلیر و نهبرمند و فسوخ نهاد

تو

تجاری پدر نام او کرده شیر	بدان شیر تازی سواری لیر
بیال و بکوبال سام سوار	همه کام او گوشش و کارزار
ز می بود ناچار مرد و دلیر	تیشیش زغون نه خوار با ده
بزم اندرون نیز می داشتی	مگر زرم را بزم نداشتی
ز قوش که افزون بازی جزا	با و یار بدکم ز با نصد سوار
بلی بشت مردست بازوی مرد	بود شیر تنها بدشت نبرد
یل ترک شیر او زان بختیار	شد از نامور و ختری خستار
بیچ اسد رانده مهر شیر	از ان گشت ماش یل شیر
شیر خستاری بد الیاس راه	تیز زده بختیاری نزار
چو بشنید این کینه در دل فرو	که با یک زانده و یکدل بود
نمان دست با بختیاری سپر	که بختیاریان زند و دست برد
در اندیشه تا گشت خرم بچار	زین شده چه شمشیر و مرغار
در وصف بهار تازی شربت و مرغار مانند بهشت و	
غرم زرم با اعدای همیون طلعت سراسر شربت	
جهان شد ز پیوند آردنی بهشت	دل افروز مانند باغ بهشت
شد آن شیر ز تابان خوش	پس دیش ترکان کند آورش
در اندیشه و تمنایش نه بود	که جز راستی در کانش نبود
و در روزی بر اسود از ج راه	بر ماش و ران خرم آرامگاه
سوم روز ترکی بویل رسید	که بر باز و تمنی چه جیل رسید
من و چند تن ترک یغما شخ	زافرونی خیل و مال و خشر
از ان تا مکر دیم از انبه ستود	دو شترل بر اندیم پیش از گرد

که از خیمای بی و از جاسک
بسم شبنون بیاتان خند
من و چارتن با سیم چرخ
شب تیره و پاسبان خیل و دو
بکشد و بره و نیل و نه

بیان زرم و غالی همی و جرات مرد دلیر بر قوت و
شبنون زردن بر خصم بد انجام رو با و خدایت

برافت زین لفت مرد دلیر
بر آن شد که تنها بر اندوار
از آنجا که تا آن سرازیر بود
پیر و آن نهانی و شش شش
و دیگر مباد که غوغا شود
کسی کو بر بار خسر و دست
در بریدر خدمت سالیان
بر آن شد که از خصم سر گشت
اگر پویش آرد و پیر و زوی
و گر نه چو حجت بر او شد تمام
بشهباز پیکر روان که زو
از و سزادین کا شربت است
بدانیش و کیسایت برود
ز غوغی و بغا گنم باز جست

همی خواست بروی کند روزی
یکی کوه بودی خردون تر ز قاف
ولیران کران و استکان آمدند
درین زیاوار و بزرگی نهادن
ز بعدش لعلی است غلطیده مهر
کس از گشت بر قلعه اش اسیر
نهفت اندران که زو و خوا
چو این کوه لایس بر جوی
بروز آنکه از چرخ اختر برود
کوثرک آگاه ازین لاف شد
و دوباره فرسته فرستاد
مکن حیل و رحم آرد و بر جان شتر
بشیران چه رو با و بازی کنی
تو خود صغوه شاهبازی کن
اگر از که یک پستی کنی
من از سم اسپان تازی نزل
تو راجحت بدوست برما کشود
چو روی که بر شیر تخته برود
نخن با تازی و دشت و بیخ
ازین در می گفت باز گفت
چو بشیند گفتار و باز کوه

به نرمی بر دلمه اندک شیر
که گنجش قاف و در هر گلاف
بنامش که ریک بر خواندند
چو موریش بگرفته اندر دهان
که بگرفته در نیمه راهش سپهر
نیز یریم از و آسمانی خبر
شمار معدن آن کوه آرد
که برین کجا و است یابد کسی
ازین کوهساران کجا برود
که شهباز سیم آن قاف شد
که با پشین عهد چنان رفت
ده راه سیلاب خان خویش
ز نامی چو شاهبازی کنی
گدازده شاهبازی کن
که با نرمی من و شتی کنی
کنم خاک خاکش فشانم ساد
که بر ما فرو و آنکه از مار لود
چو ازش سوی طعمه شیر برود
به پیوده بر خور و میفرایم
فرشاده آمد بشهباز گفت
که آبند جو رفته ناید بر جو

من آنروز بچشم نبود از غرور
کنون چون کشیدم بدین گشت
ز خود گذر و باب خود گریه
بدین کو بهساران گویا بر شود
اگر روزی بگذشت باز آوری
مرا با تو تیرای نبرده سوار
ببینی دم آتج تیغ مرا به
فرستاده کان کوه و لشکر دید
بیامد برادر و راز از نهفت
که گوشت بگذشت از اوچ ما
زهر سوکر تا فرون از قیاس
ره از جاده تور بار یک تر
هجران کمان برده کز وی ان
حصاری برآورده آنجا رنگ
زنجیر فرون سنگ بند از حساب
بدان کوه از سواران هزار
همه اینین پوشش پولادول
اگر ممکنستی بدان ظفر
ز ترکان کسی که بران که رو
ازین داستان چهره نامدار
بخندید و با هر دو گوینده گفت
که از شیر طبعه مردم نبرد
چرا اندیشم از دشمن شو رنگ
شود زنده با آن همه کیمیا
و گر چون عقاب آسمان چو
ز رزوه از جنتیاری بری
بدانان این که بود کارزار
چنان کوه گردون تیغ مرا
تو گفتی ز سر خوش او برید
بسالار ترکان سر اسر گفت
برادر شدن را فرو بسته راه
کز او فرخ اندیشه دارد و اس
در او یک و هم اندر آید بهر
بیالاشد از خود بیای کمان
در او صد تن از شیر و آن جنگ
در آن کوه چون آشیان عقاب
سده باره فرون از کارزار
ز شمشیر پولاد آهن کسل
معال است رقت بران کوه
گمانم که مرغ گردون بود
برافروخت همچون گل اندر با
که با این عهد باید آسوده

نیم وصال

تو شیر زبان را ز انبوه گو
نیم این نویدی است بهنگ
اگر پیشه کیسه شود نیر و دار
ببینی کز انگوه روز نبرد
یکی برها کسرم پین خوان
گفت این یک سر سپه نشانند
وز آنجا دمان همچو خنده یک
برادر بی دشت سالار گو
جوانی ببالای اسفندیار
نیاروده هتایی و چرخ پیر
بدانان سواری نه برداشته
بیتن پرتوان و نیرخ پرتاب
خریف دی از کوه خارا شدی
ز مهرش برادر دل افروخته
ازد بود روشن دل پهلوان
ابا نام خنده مصطفی
جوان چون بدانان که پیر
نیارست و جنگ دشمن رنگ
نیراخت از کینه سرو جوان
چو شیر می که از گور میند گل
یل نامور چون برادر بدید
مترسان که بر شیرین است
که دشتی غزالانش آید یک
ز یکا آتشش یک شمشیر
چگونه بر آرم بخور بشید گرد
کنم سالها خنده شان استخوان
بجایی که بدل افغان باند
سیر راندا و امن کو میک
بر آن شرف لشکر شد پیش
جهان را بر دی از و یادگار
بدانان مادر بده شیر گریه
هم از کوه کی خوش زمین سا
بدانان که در برج شیر خاب
از انگوه تیغش گذاراشی
هسته های زرش پیاموخته
چو از پهلوان دیده ایمان
که از نام او یافت گیتی صفا
بجو شید و روشن دلش دید
که نام نیارده بود و تن تنگ
بستوری نامور پهلوان
همی که خوش دمان را نیک
که مانند بر دمان بر و مید

نیم وصال

فرستاده چندی ز ترکان سوار
یکی را می باید درین کار جنگ
پژانده شده باید دل پهلوان
با سالن بدین که همان نیست
هنوز این سخن بر لب نماند
بدین سخن را و نخت چون است
ز تیغش جهان سواران سید
بهر کس که از او تیغ کین می
زمین آسمانی بر اختر شده
بیک حمله بدین نماند
بسی نخت و شکست افکند
جوشباز دیدان نبرد و تیز
نبرد کین دل پرانده
دلاور هم آهنگ بالا نمود
سپید چو دید اینان دست
که جانفش ز رخ برادر فرو
ابا ماند از ان بر انگشت اسپ
دو نیمه بفرمود کشتن کرده
خود آمد بر راوسه و جوان
همی گفت شاد و روان نیا
خوش آن باب که پوز خرسند

که اندیشه باید درین کارزار
که تا دامن دولت آن جنگ
که جلدی کند تیره رویش
بلند آسمان چون زمین نیست
که آن شیر ز جیر و شد بر کار
یکی تیغ الماس بیکر نیست
که از برق بر کوهساران سید
ز مقرر گدشتی زمین می
همه اخترانش دو سیکر شده
هزار می بفرودشان هزار
چو دشمن چنین دید نمودن
همی بال حبست از برای گریز
ایا لشکر خود بر انکوه شد
چو آن شعله کاید بدینال
شگفت بدل نامزدان ببرد
دل بد سگالان و را و رخت
بپای که آمد چو آذر کشت
چپ راست رفتن بالای
بدیدار او که در روشن وان
نبرد که آید و جان نیا
خنگ زمین نهال بر زمین شد

نیم وصال

حسین

خوش آن نامور کش برادر توئی
مرا دیده روشن بروی باد
دل نامور بچو شکست
که چون پهلوان هستری بقرین
همی گفت شاد و جوان نخت
سپاس خداوند بالا نیست
بخوردی کرم بر دوش بر
دو بال جاسایه برین فلکند
اگر زال سیم پرو شده
دو بال جاد و برادر مرا
که از باب برین در می شد
بردی که از باب بسته مباد
چنان خواهم ای سر و نیل نام
تو ایدر بد امان این کوه باک
من اکنون پیاده بر آیم بکوه
نخواهم که شبها زاید بکاف
بر این که من امروز سامان جنگ
تفکیش بر کف بد پهلوان
شدی تا دوزخ شک آواز او
از آنجا که آتش برافروختی
چو بر جی بد از آهن افروخته

برادر توئی پشت و یا و توئی
دو گیتی بیک تار می تو باد
همی خواست گفتی شادی پز
بر دیش بستود و کرد آفرین
بگردون سپر پاه نخت تو
که برین درخشش خود نیست
بزرگی مرا داد روشن گهر
مرا برورش داد و کرد و چینه
من برها سایه گستر شده
بهر نیک و بد یار و یاور مرا
دو باب که امت من گشت با
جهان جز بر ایشان حجت مباد
که این کارزار از من آید تمام
روان خرم و دل پرانده باک
بدانیش را سازم از جان تن
که من با نتمن شدم در صفت
همی خواهم ابا این گفتگ
چو بر کوهسار از د با می مان
خود از رخ من پیتر ساز او
سه پا نقد قدم دور تر نختی
بسا قلعه زیر و زبر ساخته

باز و چنان پشته کوفتی
 شنیدم که ترکیش بر از من
 تپی کرد و دست نداشت
 تپی کرد و بر کوش آن نادر
 ز و امان کون آن بل شکوه
 گلوله بر او نیت زان کوه
 در آن گیر و دار چنان ایست
 نشست این سنگ دین یار
 تفنگی کرد آن کرد شکست
 بسی نیت بدی زان نیت
 همی سنگ و شمن بد نشان
 چون سنگ شکن را تپی ساختی
 چو پر دخت کردی عد و سنگ
 ببالا چو آن موج دریا زوی
 بسا و آتش و غرق در بامی
 چنین بیت سنگ و شمن گرفت
 بناگاه فوجی ز ترکان کرده
 جوار بلا بر سر آمدند
 برید شمن ز جان پاک مهر
 بلائی بر میان ز بالا و زیر
 دوشی بود نشان محکم اندر دوش

کز و مغز جنگ بر آتش کوفتی
 ابابازوی همچو ران بیون
 همان بازوی پهلوان است
 در آن روز پیش از سپه ناه
 چو سیر دمان کرد و سنگ کوه
 چو زاله بگل برگ زار بهار
 که از سنگ خود حصاری کشید
 همان از در شعله بارش جنگ
 نش کرده ام نام سنگ شکن
 بهر بندی دشمنی را نیت
 نشان کرد و شد بروی آتش نشان
 عد و سنگی را بهر داختی
 در و جان ترکان شدی بیدرنگ
 هم از بیم و شمن بیالازوی
 همین بود بالاز و نهامی او
 ساره بد و مانده اندر شکفت
 که سالارشان گفت فتن بکوه
 یلی سبیل گشتند و باز آمدند
 چو دید چنان کینه بار و مهر
 هر آنکو بر و جان خود سنگ
 کشیدند دخت اندر و کسره

بنمای ترکان ر و مال خوش
 بیخاک پر دخت آن سوزان
 پیاده پس پشت آن نادر
 خبر شد بد شمن که آن نامور
 زان کوه و کج خویش گشتند
 در آمدند ز پس و ز مساز
 بناموش شمن پر دخت کس
 بداندیش چون شیر دیده کله
 سپید چو شمن بد و کوه یار
 جهان پیر و پسر سیاه وار
 همی گفت کای نامدار گزین
 چو شمن شکستی بر ایشان نشان
 چو زبان تو را کرده بر خصم چهر
 کمین کاین همه ناپاسی بود
 تو کو بی گرفتگی که از غفلت خوان
 کسی بر بلند آسمان از زمین
 بدین که شدن تاکنون بکس
 بو تیر که از خصم کمین تو نیت
 بر آتش بدینان سیاوش نیت
 سپاس از خداوند بخشنده دار
 بپر دخت و جوان رای پیر

زینمای ترکان بد و بدیش
 عنان را سوی و تیر چیدار
 بیامد ترکان و دوباره نزار
 بکشدون در بلب تیر کمر
 لوائی نیت بر آتش گشتند
 سپه بهر از بی سیاهش فرزند
 از ایشان بیخاک نمود پس
 از آن کوه سر شد بهامون
 بدینال نشان سوی بامون
 بد ز جواه برداشست دست زد
 متناز از بی و شمنش ازین
 که کس با شکسته نشد در مساز
 بشکرانه در خون مروی خیر
 نه مروی و نیر و آن شناسی بود
 و راگاه تر باشد اندر جهان
 نکرده ست زینان کله کردی گزین
 نکرده است بی زرم شمن چو
 کی کوه بد و آتش افروخته
 سیاوش بر کوه آتش گرفت
 بد شمن بخشای نیت گذار
 بلی رای پیران بود و لپید

سپه را بفرمود تا باز گشت	خود آمد شکار افغانان تا بد
سته زانچه رزم جوئی نبود	چنان بد که در رزم کوی میبود
هر آنکس که او باشد از رتبه	ازین دوستانست صحبت
نه این بختیاری که دوست	که هستند گردان با دوست برد
شهابی که برین سنگ داشتند	همه زین دلیران سپه داشتند
از اینان بسی قاصد کوفت	بسا مغر و دشمن که آشوبت
بیشی بچ و بار و نکلون ساخته	بسی سرکشان را از بون ساخته
ولی دیوشان آخر از او بد	ز خود بیستی از راه و چاه برد
فراموششان شد خداوند ماه	که او بودشان زور و در جنگ
همه پیشه کردند ما و من	سازند چون دیو در رهنی
بگشتند چون از ره راستی	کیفر قیامت در کاستی
چو ترکان شدند از پی و پی او	از آنان گرفت و باینان بداد
جهان بزرگی بزرگ جهان	سرمدی افتخار مصان
خداوند دست مول و فرنگ	ز کوی کین تر بفرنگ بنگ
کز او بریفر و دوشان آب با	بزرگی و پیر و زری و دستگاه
و فرخ برادرش و پسران	که انعام و را دور و دوشان
و چشم و دوز و بازوی	دور کین بزرگی و دکان
بیرکان برادر و دوشان	از ایشان به اندیش
شده گرگ و شیر از آن بر	سگ گله و پاسبان رزم
بود هر کجا باشد پنهان	و انعامی وی زمین تنگ
همیشه بدیشان قوی	کلیه درخ و درشت شان

من این دوستان زده پاشان	از آن گفته ام باشو و دستان
که داند کسی کو خور و بخت	که توان چنین در کفار
نگویند گویند تا بخت	شناوری با بخت است
بیا ساقی آن جام هستی ترا	یستی فرا بلکه هستی ترا
هر دو که هستی ترا بداد	ز دل رنگ هستی ترا بداد
بیان نماید از جهان	بیان نماید از جهان
نکسان بدل از دل	نکسان بدل از دل
ولا تشنوا از من جو اندیش	جو اندوی آمیزت در پیش
ز هر کسی کسب از ناکسان	چه بود از این ناکسان
سجی است گیتی چو آفتی	نیز بچ این سراسی
سراسی که بگذاری و بگذری	شده دل بد و در نه حشری
ز اهل جهان بنگاری خواه	و فاداری و حق گذاری خواه
ازین دیو و دم و فایزوری	نیاید چو از دیو رسم پری
سپرست بنیانش از کاستی	ز پرور و گانش بجز راستی
جهان را کین و چین و پیری	خروشد خواندش سپی سراسی
زهی تا جو اندیش و کز اهل آن	و فاجید و یاری جاودان
ز توره زمین چشمه خوش تراو	ز سوزنده آتش خیز تراو
گر از اهل کستی بی با و نسا	بیانی مدتش بجز کسبیا
که از کسبیا کس خوب نشان	گو که راستی بجایش نشان
با کوه و ترا و چون جامی است	شد آبا و ترا و چون جامی است
بفشان جهان کین میزانش	بخشید جانی و سیمانش

من از پنج ره خفته رنجور وار
 درستی نمانده در اعضا من
 دل نامور پر ز تیر بار بود
 مرا مهر پایش شمرنده کرد
 نمی خواستم دید چون درش
 سخن در برش را ندیدم از هر دو کی
 حدیث قنوت بیا و آیدم
 نه و در چو نام قنوت شنیدم
 با گفت از چه دانه زنده است
 چو شمع از تیت گریه بستم بوز
 که دارم همه خوب گفتار تو
 ز هر کس قنوت شنیدم بی
 گمانم که آن خود مروت بود
 بگوی آنچه دانی تو در رنج و غمش
 بگنم که ای عقل یکم و کاست
 گرم شکر کوی کرم گسست
 خرد باب داورا کو بهتر پسر
 زهی هر چه ناراستی از تو راست
 قنوت کهن شد تو بخشش توئی
 تو بهتر ز من دانی این گفتگوی
 بعضی فنی جز جو امر و نیست

جوان مرد را کس لبه است
 عدوی جو امر و هم نفس است
 کشد تیغ و بر خویش اندمی
 جفا بیند از خلق و یاری کند
 بخویش آنچه خواهد بخوابد کس
 مروت در خلد را شد بکند
 مروت بر افتاده و بسوزد
 جو امر و خود را بیند پیش
 دهر سرنه کور را بود سوختند
 نه گرسنه و نه مستی بر نهد
 ازیر که تن یار را بر هواست
 نبینی گشتی چو دار و زیان
 جو امر و نیز از ازل تا ابد
 بکشتی اخلاص با خسته
 شنیده که این کشتی دیر یاب
 همه از رویا بر آید خسته
 بکشتی و گردیده آشوبش شیر
 دوم باره انگشته خود را در آب
 چو از خوشین کرده خود را جدا
 چو بشکسته چون خضر کشتی از
 که باشد در آن بحر طراب
 که خود دست نیروی خود را شکست
 که با خلق یار است و با خود عدو
 که بر خویش خصمی نداند همی
 تهمیند و دوستی یاری کند
 که با خویش خصمی پندید پس
 ولی نقش پای قنوت ندید
 خدا را بخود رحمت آموزی است
 که جسم خدا خواهد انگه خویش
 که این شایده افتاد او پاشد
 که نیست بر دانه گسی سرد
 سلا و بر آن بار سربار است
 که ریزد بارش بی جان
 یکی بحد دانسته بی جزر و مد
 خدا را در آن ناخدا خسته
 تبااهش کند از رویا در آب
 در آن شرف دریا فروخته
 هم از آرزو یافته و آن کوشش
 که ایمن رو و کشتی او بر آب
 گرفته و انحال کشتش خدا
 خدا کرده و از کشتش بی نیاز
 چو ماهی در آب چو کشتی بر آب

چه گشتی چه باهی که دریا شده
گشته فلک کس نکشتش فتا
تو از خویش کم شو که پیداشوی
چو از سر در افندی این که زوق
نخویش نباید و گردشنی
همین نه خود از پیش برداشتی
تو گیمای سترشته شده است
تو لاول خواندی دیو از نور
کنون از چه لاول شد قول تو
بگفت تیغ از بهر دشمن نکوست
بگفت جامی نیست کنون جام به
یکی جام پر باد خوش گوار
طریق جوانمردی این است پس
چو خویش گشت آنچه کرد از دست
از آن ماسیت آمد آتشاه را
پیر و نیت از خوشن خانه را
چو شنید کایدش مو من به
دشدرفت خویش از ولایت برد
و اگر هر چه حکم آید از او شاست
فتوت بشه ملک بیرون است
تو کشور پیر و از کان شهر بار

شده کم در اسماسمی شده
فتی گشت خواهی فنا شو فنا
بعین نهانی بودی ایشوی
همه رحم کردی خویش و خلق
که افندی از خویش مایه
که از خلق تشویش برداشتی
سکت زان بدل بافرشته شده
چو دیوانه مکر و دیو از نور
که قوت و شسته است لاول تو
بیفکن که دشمن کنون گشت و
نه تیغ و نه جای آن جام نه
نپوش و نه نشان که شد خصم یار
که با خویش برمی نیار نفس
نه از چشم کین فی زار و جوت
که بدگوشش بر حکم الله را
که این خانه وقت است جانان
ولایت پیر و نیت از خوشن
ولایت بصاحب لایت سپرد
که بر کشور خویش فرمانرواست
صدراع خود و نیت خود برد
در آن ملک بخشه تور کار و بار

که شته فلک بخشیت و دور نیست
بیک اتفاق که خسرو کند
نیایش چه باشد بوی را شها
چگونه که در وسعت نایه فتی
که زرد و سرد و در راه دوست
کسی که هزاران درم بکدم
بخشش اگر بجز جوی دهان
که در خور و سبایه نیست مکر و نه
کس از دره حق و در می پند
اگر بنید آن کس که گوید خدا
و گری نیست خدا نیست او
که اول بیاید خدا جو نیست
فتوت خدا جستن آمد نخست
چو جستی خدا بنمود احسان کنی
سر و زردی خالی از زرق و نه
نه بخشی که این مولا خلق بود
نه برد دست بخشی که نکوست آن
و اگر دشمن آید بقصد سرت
و گرنه سپاس آرد و ناسزا

نه در بند این ملک آب و گل
هزاران چنین کشور از تو کند
که بخشش بود که کترین خانه
فتی کیمت شامنه ملاتی
بدخواه خودی بدخواه دوست
بخشد خویشش زابل کرم
از جوی بگر سبوی دیو
فتوت زور یا بر آور و گرد
گو امان شری بناید می
گواه از چه چو بد که او خود گوت
گو این کرم نه خدا را بجو
وزان پس براه خدا پو نیست
فتی کیمت آنگو خدا گشت
و گریان بخشی نه نادان گشتی
نه بر مکر بگرد نه بر شید زید
نه و الیری احسان که ز لاق بود
که بر دشمنان نیز چون دوست
و غایبند لطف جان پرور
نه بنده ز تو جز به نیکی جفا

درین معنی ارم بسیاری شکر
تو بنگر به معنی نه بر صوت و حرف

بیان پدر و کردن شاهی بن دنیا بی بقا و تفویض سر
از تجویز وزیر دیگری را پس ماندن طفل ضعیف و کتسرا
بهندوستان سر می دید و
وزیر قدیش بدرجعه برد
بجایمانه طفلی ز شاه قسیم
هم از کودکی را دور و روشن
نهان داشتی مادر از مردش
بهفته چو ماه و نیمه چو سال
چو ز غوغاش مادر باو شاد شد
درو به که دیدی فروماندی
دلستان بشام از خوش نموز
بطفلان شب عید روز عید
زادینه شان ل پراکنیده بود
بر او الفت افکند یوروزیر
ز مهر و عشق ان سبق شد بود
شبی باید گفت فرخ میسر
که فرخ نهادست و والایان
وزیرش فرستاد و آوردند
چو دیدش وزیر از رخ شاد شد
بر او مهر فرزند و بلند داشت
به یوز خودش خست همراه ویا

قصار او آمد یکی روز چین
بر او دستور شد پورا و
به راه او پادشاه قدیم
چو انجمن شان دید و سرش
در ان انجمن بود دانش ور
بر همین چو بر روی شهنشاه
بیامد دستور این را ز گفت
چو دستور شد و این شد عین
بدل گفت باید تبه کردش
نه است کاینز کسی را که خواست
بدر نیم گفت این پسر را ببر
به طاعت کشیدش بجلت شهر
چو قصاص دستور شود آخرت
مرا الفت کارم بچانت گزید
پسر که خوان این سخن گوش کرد
که در خون این بکنه در مرد
مبن بر خنثاسی و رحمت ناسی
بجانش نبخشو و مرد عوان
بیانود پس عابدش را بخون
پسر کان همه خون قشیش
رئیس دبی بر پسر برگشت

به ده برود و بنشیند بر حال او
 مخور گفت غم که بگذارد اینی
 توئی بی پای چون غم بی پای
 همانا که این مژدستور بود
 هر ساله یک بار بغاگران
 گشتی شه آگه و را که شدی
 که ملک ارچه بگذاشتن جویت
 چو دید اینچنان بود از او سخت
 نه مردیت گفتا که همچون تو
 یکی سپاسی از پدر بازخواست
 نداشت که تو خودی و خصم چیر
 پند رفت شهزاده آن ای
 جوانان مژرا گهی نمانند
 بدینال خصم بد اختر شتافت
 وزیر ایشان بسی همه او و نر
 از ایشان گشت و بخت پیست
 به اهل آن مژشادی گمان
 زینا که آورد و پور و لیس
 چو دستور دید از همه خواسته
 بدل گفت کاین گنج باشد بایع
 پرسید و گفتن بیغاست این

در اندیشه شد مدنیای گلی
 تکافات آن غمت فرج را
 بدستوری شاه دستور شوم
 همان مژد ویرانه آباد دید
 بسالارده گفت بنمای را
 پیاسخ زمین بابو سید پیر
 چو شهزاده را دید بشا فخر
 بدل گفت چرخ آنچه خواست
 و گر گونه را می باید دست
 یکی نامه نوشت گفت ای جوان
 دران نامه نوشته کاسی من
 مکارا ده بگرفت و در ره نهاد
 شب آمد در شهر را بسته وید
 چنانجا یکی باغ بود از وزیر
 عنان خوش را بست بچ در
 یکی دختر می داشت نورس زیر
 بقامت چو سر می خواند بود
 قصار ابراهیم زادگان
 سحر که برین آمد از باغ ماه
 جوانی نه مایه بد خفته دید
 چو کشاو و بر خواند دید آن مژ

چو روی پسر دید بهوش شد
بدل گفت باید ز غیش رماند
تبدیل خط و سستی است او داشت
بهندی قویست این دو خون
صنم و او منشور از او دیش
نهفتن بحب جوان خوابد
ز جاست و آمد لشکر اندرون
چو پور و زبر را که از نامه شد
با این خود سر و از او را
یکی را که فرخنده بود
چو روزی دو بگشت آمد وزیر
سید پشیمان جهان چون بید
پسر را به خواند و شام داد
چو بکشاد و آن نامه را باز خواند
گفت ای روی کرده را چاره
پسر را به خواند و پیش نمود
و گرفت آن که گرگ را بستیز
برون بلد به زیارت گهی
سبک را گفت کاخ بخارو
بشب هر که آید و گر آن نعم
وزان پس پسر را به خواند و

زیارت گهی هست نزدیکی
باید هم شب به بخاری
یکی طاس حلوا بجهه بری
پذیرفت بر نوا آمد برون
شبانگه برون رفت از خانه خوش
بره پور و سورش آمد پیش
بگفتا غریبی تو در این دیار
من شب بجای تو بخاروم
جوان شد جوان نخت هم باز شد
خبر شد بدستور کان پورا و
سراپا بر منده برون شده و آن
مگر تازه ستایش اگر کند
چو آمد کشیدند زارشن نجون
پدر با پسر هر دو و خون پسید
وز این خوشه دهند و خواب با
که پدر و دو ساز این سهرای
چو شود راه افلاک گیر
طلعه از ده چون بخت من بخار
بدرگاه شده شو که شبای تو را
ملک زاده بر بست آمد بشاه
نیز گشت هر چه زمین آمدند

بزم وصال
بزم وصال
بزم وصال

نه هر لیس سزاوارش پای بود	بلی که خدای خدای بود
بیر خوار و سست در را با پسر	بجستند و نام از ایشان خبر
بسوی زیارت که آمد شتاب	لمحان دید و در خون دیو داب
از ایشان بجز نیم جانی نبود	بدین شان تو گفتی روانی نبود
چو پیدایشان مکر و ستور بود	که خصم خود و آفت پور بود
اگر چه از و بهره بیداد داشت	همه ناجو گرفتارش با داشت
که نشسته بدل و دنیا و مردود	بر او بر پیشو و تیار خورود
بدلی گفت وقت جو فروشی	نه بنگم بیداد و دل هر دلی
بد او بمن بسند بیکی نبود	بر او چه جویم چو کی نبود
بها نجان شست چو کمان بخت	بست خود آن زخمها رشت
بسی خور و تیار بهود شان	چو بهود شان و بدست و شان
جو افرو دشمن باز رزم گشت	تا شمشیر بشیر و از شرم گشت
چو خصم انجمن و بد شد یار او	بصد جان و دل شد یار او
شه از آنچه گوشت خور و دایستان	بدر تنوری خویش و را توخت
بدر خوانده را خواند و اکرام کرد	همان عز و ستوریش انعام کرد
کسی کو به زور او نرسد نمود	پیشکی رسان کار او تاج بود
فتوت کلید در د و لیت است	که دولت با نذاره بهت است
بهشت جو افرو هم عوی او است	بهشتی بود و هر که در گوی و
خی گوشت و در جهانه افرو داشت	جهان جوی باش جو افرو داشت
بدین بزدل چو غنچه بود	بدر تنش سپند هرگز نکس بود
بدر ساقی آن کجای می نمود	که هر چه در تنش بود بخت نمود

بلی که خدای خدای بود

بدر تنش سپند هرگز نکس بود

چیت

مگر نا که از رخ بر روز و نیم	کنند سرخ روی جو افرو نیم
دیر بیان خاموشی گزیدن از گفتن سخن	ببا عیشت عدم جو جوی
سامعان تو سخن و ترغیب حضرت از بنده بود	ازین رین تو
چه خاموشی می مرد و ستاقترا	باش نقد تازه جان فزای
تو خاموشی و نو بهاران گذشت	برین خاموشی هر کاران گذشت
جهان رگد بهت بکشا نفس	که بگذشت نه ناید و گریه بس
نه پیوسته شاخ آور و بد شک	که این باغ خرم بود و کاه چشک
بسی بود خواهی رفتن و خوش	چو باشد مجالی بر او خورشید
چو در جام داری می خوشگوار	چو از نچه داری روان از خار
چو لوح قلم ز بر فرمان گشت	سخن گوی اکنون که دوران گشت
شب و دوش خضم در آید و در	بزانو مراد دید نه ساد و سر
یک کلمه است نه دفتر به پیش	نشت چه شرمندگان پیش
بگو گفت که چیست در دای تو	چه شد تا در گوشت شد رای تو
نگونی چرا قصه از هر دری	نه از شهر یاری نه از دلی
ز برزم وصال چو دل گرفت	دل از برزم وصال گرفت این
از آن آنجهای تجسم فروز	نخوان تابشی خوش بر آیم فروز
زاندر زشایان چو داری بیای	که آشفته می نیم این روزگار
جهانی پریشان و در هم شود	چو اندر ز کار آنگهان کم شود
بد و گفت ای سالخور و جوان	که داری به نیروی دل
بسی گفتم اندر زشتی گشت	بستم نفس تا نکونید بس
چو لب نه بندهم ز گفت و شنود	که گفته زیارت و نا گفته مسود

بلی که خدای خدای بود

بسی رنج بردم پیمودن	چو دیدم رنج اندر افروختن
ز دوش چا بر نه بندم نفس	که نه خویش از آن سودم نفس
با فتادگان گویم و نشنوند	کجا سر فرازان بدان بگویم
تو آن خسرو ترک بنیگ گفت	در اندام که اندر رسد بی گفت
گدائی که غرضش دوش تویی	بشاه از نصیحت کند زانویی
چرا ایندشایان سزایم می	در طعن بر خود کشایم می
خضر گفت که گفته لب بریند	بغض در کنج گوهر میند
بنی را که از سنگ گوهر شکست	بر دم در ورج گوهر نه بست
اگر نه گوئی مشومزدجوی	لب بند کشای دینی نزدجوی
نه دریا که گوهر ز پایاب او	با میدی آن گوهر ناپ او
نیخورشیدگان بر تو افشان کند	زمانه باید رخشان کند
ز نشینان کس بهانه مساز	که گوش نبخشند گانست با
وگر نشنوند از تو اندرز وند	گویی و پیشینش بند
من از مهند و آرم می داستان	سرشته در آن دوش پاستان
که شناسی شدت از پشی از روی	بگویم تو را بشنو و باز گویی
مخویم گر این انجمن شد و باز	ازین انجمن انجمن با ساز
چون که نه بدوت کو بهش	سخن گویی بر عالمی کنش
اگر خودی گوهرت را نخواست	در گنج گفتار استن خطاست
جهانی خردار این گوهرند	تو بکشای بنیگ که چون میند
دستان شاه هندوستان	ز زمان خضر هم صد از جهان
خضر گفت و ملک هندوستان	شی بود کشور به نیر وستان

بسی رنج بردم پیمودن

خدیوی که گم ترو و او کرد	به نیکی ز خود رشتید بشوید
نبود از کف دست گوشتان	چو عطا بوش ز مسکین نشان
جهانی بر آسود از و او	فلک بنده طبع از او او
دو فرزند بودش چو شیر و ماه	سزاوارشاهی و تخت و کلاه
خرومند و دانادول و هویار	نه پشینه و راد و پیر پیکار
بفرهنگ پیش بسال اندکی	بصورت و و آناه معنی کی
دو چشمند گفتی که طافند و	که بی دیگری دیگری نمی
سر آورده چون دست پاکدگر	تو گفتی دو ابرو دست پاکدگر
چو خوش کردیاری یاری سال	چو خوشتر جواب وی اندر سال
بگفتا برادرت به یار رفیق	بگفتا بر آورده آگاه رفیق
برادر که او جان برادر بود	بششیر بران برابر بود
رفیق از بد افتد نخواهد بود	برادر چو بد شد بکا بد بود
مع القصه چون شد فرت از جهان	همان نیم ازین کشت و نیم از آن
چو رفتار هر یک به نخواه بود	دو کشور به آناه کی شاد بود
زمانه بر این سالیان برگشت	که تا حال ایشان بگر گوشت
شبهان سر یک زن گشت بر	جهان بر صدف شد صدین نور
چون شرفون نهاده افزون بود	چو افزون شود دل پر از خون
که هر یک طبع و گزراوه اند	بکین تن خویش آماده اند
چون در شبستان چرخون بد	چو افزون شود کاشش آردین
چو کار مالک بدیشان فتاد	همه ملک ایشان پریشان فتاد
فتاده به هم هر یک از چپ است	که ملک بجا مانده تنها مرآت

ولی هر چه از پور کمر بستند
ولی با خدا آشنا داشتند
چو بهتر از او ان ز کبر و منی
از میان خداوند بزار شد
اگر سر کشیم و اگر نبندیم
ولی سر کشی کار این نیست
سرافروزی اندر سرافکندگی است
چو فرزند گیر و خلاف پدر
که مخلوق را چون چنین است کار
چو شد ملک در پنجه کمتران
بسودند سر بر سپهر بلند
یکی زان آیه ان که در بند بود
بسی کرده بد عهد از رای راست
ازیر که با هر دو پیوند داشت
هر یک دل از مهر انسب و خسته
چو ناچار شد راه انیان گذشت
سر انجام بدینک دانسته بود
خود نیز آینه بود صاف
چو آینه بازنگ جست اتصال
که در جسم جان ار نه گویا بود
زنا از موده جوان در گذار

ز مهر لعل رنگ بهتر بند
ز انصاف کیستی بیاوشتند
گرفتند آیین آبر و منی
ز رحمت بافتادگان ببار شد
همه کرده آفریننده ایم
که مرا فرینده را فرینست
نشان سرفکندگی بندگیست
پدر را زیانست خود را ضرر
بگنبد و گو خداوند کار
به چند سر پنجه بهتران
سر سرگشان شان در آمد بند
بشید از مردی خردمند بود
که کین از میان خیزد و برینست
ز هر یک جدا جان فرسوده است
بهرای مردی بیاموخته
بهر او آمان علم بر فرشت
چو دانی به بیهوده بازی چه سود
بشد تیره ز امیرش کبر و لاف
چه فرقت آینه را با سفال
کم از شک شک را نه بویا بود
چو پیر از موده نه بند و بکار

ولی جلوه نیر با گشت هست
خردمند را نیز ندید بر بود
بپیر روی و آتش بسی چاره کرد
شد آموزگارش چو در بند وید
هم او را و هم حق او را شناخت
پیشش خودش خواند و اگر ارم کرد
چو روشن روان دید اگر ارم او
زمین بوسه زد و گفت کاشی شهریار
ز چشم بیت باد اختر سیند
بشکرت این همه آب و جاده
گهر باست در وی همه شایه بود
شش گفت قتلج که هر نیم
یکی بند بکشای از کج بند
نه پندارم آن کج کاندوئی
که آن کج واری بیابو بیار
بخندید و ناو بر دوش نماز
مر نیز این کج تقصود بود
ولی در جهان ماند نم و پشته
به تن زخمی نیر دارم چو چنگ
اگر حالتی یابم از روزگار
تو بشنود لا اله الا انت

بی آنکه تقدیری آید درست
ولی خرقه دست تقدیر بود
ولی چاره بیرون بدار و پشته
ز شادی برویش چون شکفتند
بصد لاله از بندش از دوست
ز احسان رسیده ولی ارم کرد
دوباره در افتاد و در دام او
مبادی نثرند از بد روزگار
یکم تو ز هر جهان باو قند
یکی بچ دارم شرا و ابر شاه
بیای شمش کرد و خواستار
چنان دان که سالار کشور گنم
که آن کج جوید دل بهوشند
بچرخ و دوش که آمد خستی
که آن کج بهتر بر شهریار
که دانند ارمی بگو هر نیار
که این کج مر شاد را سود بود
دل از بود نم و در جهان شید
که در خود به نیم مجال دنگ
بگویم تو را آنچه آید بکار
که بیداری آن بر و خفتند

خستین بدو گفت کاشی شهر را
 که از پاک نزدان فرست کنی
 سحر که چو برداری از خواب
 چو بر در که اندر وی رخ کنی
 درون از مهر الیشی پاکد
 که از خاکی و خاک خواهی شد
 و گر مرد بیکاره را بخوار دار
 به بیکار مردم خدا و سخن است
 ندیدم به از مردم پیشه ور
 شناسد که نزدان بهمان او
 ولی داشت پیوسته خود را
 هر آنکس که بینی بکاری سزا
 شه و عالم و لشکر و پیشه ور
 بگویم شاهان چه باید بخت
 در قح از همه بزرگان تیر
 که به پیشه را که سلطان کند
 اگر از رعیت زبانی رسد
 ز شاهان که آمد کی ناپسند
 و گر پیشه خسران بخش است
 بود پیشه بی چشمه خوشگوار
 بخوشد چو برداری از چشمه آب

چه باید بگل چشمه انباشتن
 و گر شاه را خشم کارست مهر
 پیشه بجله خشم است غوغا شود
 جهاندار باید بطبع جهان
 چو کینه رستان است پایتخت
 ولی باید شش خشم خندان کند
 جهان دار را بسهم و مید
 ازین هر دو چون یکی در محل
 بناید به نرمی خنده و دواخت
 و گر نه چو شتاب خندش سلیم
 و گر نیز یکسر بود خشناک
 بدر بار آورده بخوید کس
 و گر لازم آید جهان دار را
 تبه گشت چون در تن آمیزی
 یکی چون تباهی بود خوی او
 و گر زین دو از سر فرستش تنیز
 اگر چه بود خویش بیوند وزن
 و گر شاه را پیشه خلق بگوست
 چو شاه جهان مهربانی کند
 دل شاه با خلق اگر بود
 زبردست باز بردستان خویش
 که آتش فراید ز برداشتن
 که این هر دو بر خاست و دگر
 و گر مهر بس فتنه بر پا شود
 که گاهی بهداریت و گاهی خنان
 و گر جله کر با بود نیز نیست
 که خود را نه آخر پشیمان کند
 گاهی خند و گه برادر و گره
 نباشد ملک اندر افتد خلل
 که کامل شمارند او را و است
 که آتش شود ز وند از ندیم
 از و خلق و ایم تیر سندی
 باور از کشور نکوید کسی
 که راند ز کشور تبه کار را
 بداروست دران و خونریزی
 ز اندر زو بیم است داروی او
 چو خون تباه است خویش برین
 چو عضو تباه است او را برین
 که خلق نکو سازدش خلق دوست
 جهانی بر او جان بخشی کند
 بگویش که او دشمن خود بود
 چو شد خصم شد خصم با جان خویش

که هر چه رخشان است کفر نیست
دل باز بینی است و زخورت
نه ممکن بود تخم کین کاشتن
و اگر کار شده در بر آوردن است
سینه قلعه بکار است مر شاه را
یکی از آن سه سازند از آب گل
و اگر قلعه از آب و زهر کنند
سوم قلعه شان بندگان خداست
کزین باره شان نیک محکم بود
چونین بگذری قلعه لشکر است
چو این برود و شه را محیا بود
و اگر نه بگوید است از انجم شبوی
و اگر آنچه شده را نیاید بکار
که آرد و اموشی از کار ملک
بی صید آموچ شمشیر و کند
شکار شهبان در کند و سنان
حریت قمار از نه همیه بود
شه آن به که بازی چنان بود
همچو پیل و پیاده با سپه زیر
شترانی که شه را نباشد و بال
نشاطی که در خون دشمن بود

نشند تا او شود زیر دست
و در آنچه گشتیم از خوب و بد
و از او خرسن مهر برداشتن
کران این از غارت دشمن است
پی چاره جمعه بدخواه را
بپاس زن مهر و ترسند دل
که بغیرش از جمع لشکر کنند
که سامان بیکار ایشان دست
بر او دست برد کسی کم بود
که بنیان آن مرد کند او دست
سوم قلعه اش نیز بر جای بود
که از آب و از گل نیست آبروی
ز نا و قمار است و شرب شکار
از و بشکند روز بازار ملک
بگو کشور اول بی آمو کند
دل دوستان به سر دشمنان
نه در خور و سالار کشور بود
که از همسران تیغ و کشور برد
بهر دازد از باد شامان سیر
بود خون دشمن که بادش خال
کجا در می صاف روکش بود

که سالار کشور چو شیا نیست
از آن در دور و سر شاه پس
که شاید بود شاه را سازگار
یکی هر چه کم کترش در دور
بسیج از یک چو بگذشت رخ آورد
دل شه ز راه خبر و کم بساو
که بیوند خلق است فرزندان شاه
شه اندر یکین باید وارجمند
که در خیره خندی بسکاستی است
بدونان عمل دادن و دستگاه
زبون پروری آفت خیر است
چه باد و دولت پادشاهی کند
و اگر کشته چیست لشکر کشی
که گشته بی زارش از پشت
چو هر روز گیسر در ده تازا
و دیگر که از زم و تن پروری
چون شتر که روزی و قتی برنج
ز ویرانه خیم دولت کشان
ز مال عدو کج باید بختا و
ز مال عیث چو مخزن نمند
نخونی و دوزار شه آسان گرفت

از احوال کشور خبر دار نیست
می صاف شه خون بدخواه پس
یکی زن یکی دولت پایدار
یکی هر قدر پیش پیشش مشر
چو کشور فزون گشت کج آورد
نیازش بیوند مردم بساو
بفرزند خوش نیست بیوند شاه
نه بسیار کوی نه بسیار خند
همه مرد را مایه خواری است
کند یا لگه بزرگه تباه
ز پرانگان پشت دولت ولایت
چو در خانه خود تباهی کند
ندادن بکس مملت سرکشی
بتاز و بر او دشمن زیر دست
از و هر کسی گیسر و اندازا
هم او ماند از کار و عجم شگری
ز خود بیج بر گیری از خیم کج
پایامی بوم خود بر نشان
که در ملک خود کج باید کشاو
نبا کام آخر بدشمن و منه
و اگر کام از آن ملک نتوان

چو بید که ز زبرد و کینه نبرد
 چو خبر بد و بازار گان بگشت
 و گشته که افزون گرفت از خلع
 بگوخت ازین ملک بیرون بزد
 چو دقان بیفتاد نمی که دوا
 بدید یکستان کوچه خواهی ادا
 و گرشاه را را می زن درخت
 زده تن چو یک می گشت هوا
 چو رای پریشان زندم کسی
 از ان هر چه شد را بنحاطر گشت
 ولی تا نگردد هست باید نفقت
 بسیار ای زان همه انجمن
 بسیار از یاد و میان و دیار
 و گرشاه باید که در هر دیار
 ولیکن بیایتش ازین گشت
 خدیوان که بود کار امان
 بسا محرمی گشت بگشتگری
 من از فرمان بگشتم نفور
 چنین ندانم از دوا و گشتگری
 یکی اهل دوش در لشکری
 بود هر یکی پیشه راسدا

ز نش غرا که بار و دیگر نه برو
 که اوران گشتی جهان بگشت
 تو غارتگرش ان و ارامی تاج
 که ده یک و مقاش افزون
 بگشت رعی نکر و آنچه گشت
 که غارتگرش چاره ده یک تاج
 که از تیغ زن رای زن بهتر
 به از تیغ شمشیر زن صد هزار
 بهر یک باید فروشد بسی
 بیایست بگرفت و بکار بست
 که پس از پایار بایار گشت
 نهانی دشمن رساند سخن
 که ان دشمن کرد خلقی هزار
 امینی فرستد گذارش کار
 که از اینگونه در ملک و نیر
 ز مجرم نهفتند از نهان
 چو خوش بگری محرم دیگری
 که جسم ز نزدیک آید و دو
 که شمشیر کرد خلق جهان
 سوم هر که پیشه صغری است
 که آن دیگری را نباشد روا

نیم وصال

ازین هر چه هر یک بگشت
 قید ار کند ساز سامان بگشت
 چو ساز و صافیت کند لشکری
 و گرشاه اینان رود پیشه و
 شنیدم که در عهد نوشیروان
 زرو سیم بسیار در بند او
 بسروشتند و ای کایم
 فیضت بازار کافی کند
 به ستوری پاک و ستور شاه
 ولی دست از امید و ستور
 چو نوید شد از روی که دوا
 ملی خوست بستن شمشیر گشت
 ولی خوش ابا از ان کار گشت
 چو بازار گان روز و صفت بیا
 ز رشه و ز پرفت آناه زرد
 پذیرفت سیم و پذیرفت شاه
 تو خواهی که پور تو گردد ویر
 چو ستوری شد کند پور تو
 تو چو پیشا شستی سیم و زرد
 تو بازار کافی و از شتری
 حیت کجا سر فرمان نهند

بناید گرفتن ره و دیگر
 کند ملک ایران شود نام بگشت
 به ساز و آیین و انشوری
 بخلفی زیانست و بر خور
 یکی مایه و بود بازار گان
 ولی از یک افزون خور
 که سودای سودا و شوش
 که با مسکنت زندگانی کند
 بسک و بیان بر صفت راه
 که کامی نه بر وفق و ستور
 فست و نظرسوی و ستور
 که بر خلق آسان شود راه
 که زرد کم به کار بیاید
 بهر بار سلطان ایران بگشت
 که شاهش بخدمت پذیرد
 بگشتا شود کار کشور تبار
 و هر از این گشت گردد ویر
 چو بدی و بی جز بد ستور
 ز غر و از بخشی چه داری خبر
 شوی شادان که سودای
 چو اندک ستاند و افزون شود

نیم وصال

بانی بادشاهان که سنجیده اند
وصال از چنین نظم همچون مهر
و وزیر بنده تلخ و سخت و گدین
و ویرانگر نمایه از یک صند
بفرق فلک یب چون قیدین
یکی آفتابی در ایوان بزم
یکی جوهر خورش جان گزاسی
یکی زیوری تحت حمصید را
خرد گفت رسوائی خود خواه
که گفت که رسوائی عثمان تر
تو خود را به پیود در نجو مساز
و وازاده کن اختر رهنمای
توز آئین ایمان شور از جوی
بلی گفت این مرد و فرزند شاه
باین نیکان پذیرا شدند
کنون هر قدر پایه شان شیر
نه بازار کافی که کالا خریدند
تساع من از دست ناسودمند
بپاسائی آن سود سود اینها

به تاز سود و زیان و از هم
ز تشویش سود و زیان و از هم

خطاب تعلیم رستی ضم و بنده برین معنی که تاز حقیقت حال
پیشین نماند رقم و بسوی مطلوب خود توجه دارد و بهر دم
بیا خانه از سه جنبه سرشی
کجی را بنه راستی پیشه کن
سخنهای پیشینه هرگز نگوی
که این زرم زرم و لیران بود
نیگویم از بهفت خوان از لگو
سپید ز که گرون برگردون کشید
تتمین بیازار گانی کشود
بر حصه بهفت خوان راز یاد
اگر رستی بهفت خوانی گرفت
بلی آسمان بود بر زمین
خطا گفت این کمکشان آه او
گویم بهرام گردون نور و
که سالار ترکان حصاری گرفت
حصاریت سر برده بر اوج ماه
هر آنکس که آسمان برگردون تو
نشین گهی بد بر آن کوه سر
برافزود پیاری ستاره نبود
جز آن ترک یل کور افروختیم
بر آن کوه سر جای انترگی است

کین با چمن خالکی آشی
ز تیغ یل ترک اندیشه کن
سخن غیر فتح سپید ز گوی
نه ناورد و پیلان و خیلان بود
زیر روی کرد جوان باز گوی
حصاری ست گفتی خدا آفرید
وی از نیروی پهلوانی کشود
که بگشتند بهج است ناپوده با
بزرگ زمین آسمانی گرفت
گرت نیست باور سیاهوین
بند آسمان تا که نگاه است
ز ترکان کسی ره برگردون کرد
که بهرام از و مانده اند شکفت
ز پیودش خسته پیک نگاه
ندانم بران کوه همچون رود
سفر سنگ ره دوران بیشتر
نیار شس بهج و بیاره نبود
بر او از بندی تبا سید مهر
که خشنود و پیکان تیروی است

بر او بر شدن کار کس نبود
اگر رفت کس غیر کس نبود
از آن رفت کس کس نگوید
که بر طایر کشتش لبست بر
بر او بر نرفتی کرد جای نشست
نخستین بنابر گان را نوشت
چو شد بایه و کشت گشت کرد
ز انبوه و زردان بر آن تنگ
چو کارش از آن بایه بالا گرفت
شد سلی و راه صحر اگر رفت
با دارمغان آمد از هر دیار
که بشد بر ایشان بجان نیما
چو خوش گفت گوینده نیک
که بر جانش با دافین از خدا
سهر چه شد اند گرفتن بیل
ز نشیدن ناله داد خواه
پور شهنشاه شد جای تنگ
ز روی شد چو در پایش آمد در
چو نمود و از وی چکس باز بست
رهر سو فو ام شد سبایا و
بکشور زهر سو سپه تاختی
لی هر که او را حصار می چنای
بسی بیم و امیدش آمد ز شاه
تیمی مغز را سر بر آید بود
چو پایان کاژش زانده شد
سوی نیول شد اندیش شاه
بفرمودگان لاف نه شکری
برادر چهارید و چون یک تنید

کند گاه مردی و جانباری است
بهر برسد ز کسین آورید
بگوئید و آن قلعه ویران کنید
چو فرمان سالار خواند ایمان
ولی چون خرمند و خجسته بود
نی جبت پیوده کین توختن
بشمن فرستاد و اندر ز کرد
شد لشکر آرامی باسی سوار
چو آمد بد ز کرد لشکر شکن
پذیرد شدش پیش سالار لر
پشتش گری را بیایمی پستاد
نخستین سپیدش از ایمان
که از دور و گردون پناه اندرند
هم از پهلوی ترک سپید باز
که دل را نیارست بر چهر شان
چنان دارد اند که نازنده ام
تو ای نامور پهلوی کام کار
اگر چه مرادیده بر راه بود
ولی خدمتی داشت گر پهلوان
مرا خواند با یستی نامور
سرفراز بل گفت کرم بخوش

ز یکا نکان ملک پر جانی است
بمنده آسمان بر زمین آورید
کدام پلنگان و شیران کنید
بسرزد چو دمان کین بریان
بکیش و پانش پسندیده بود
چو توش شد کار او سوختن
که شط است اندر زانگه زبرد
بدان کاورد و در آتش بکا
بسی تلخ و شیرینش اندر سخن
سراز مغر خالی دل از کینه پر
وزان پس بدانه زبان کشاد
که چون است آن را و سزوان
گزیدش میا و از سپهر بلند
ز کتیر برادرش آن سوزان
در و نم بیاکنده از مهران
باین و دومان کسین نباده
قدم رنجبه کردی و چون کوه
نیازم بدین سپهر نخواه بود
نبالیت خود رنجبه کردی و نه
که تا کردی باسی خودت رس
تو را خواندمی ای نیکو سپید

خود آید ز منی آدم بی شکلی
ولی حکم شده رفقه بر اینخان
درین خدمت ار کردی باز
بر او در گفته آن نام دار
که چند بیت کا مد بشاه این خبر
همی سپری راه خدمت گری
ولی بی بازار بیچارگان
ز تو رسم نام و می تازه شد
اگر تهمت است این تهمت دور
که که تهمت است این تهمت کبر
ولی که پاسبی خود آتی بشاه
و کر نه منت زین و آرام بر
بخندید و سبقت پر از تاب کرد
سه سال است تا من بر این کوه
شهنشاه ایران بدین گذشت
خبر شد ز من حکم فرامی فارس
کنون ایمن میکنند بازخواست
ز شاه و شهنشاه مرا بل نیست
باین مودم و باره و پاری
بر این رخ را خود بود دست
تو این قدر که بنی کشیده ماه

فرستادی زین سواران یکی
من ز اینخان سرفراز جهان
ز من بنده خود نبود این قدر
نه از خود بفرموده شهریار
که از راه خدمت کشیدی تو
سر سرکشی داری و خود سری
بی روی بسی مال بازار کان
ز جور تو گیتی پر آواز شد
ازین کوه سر برد و آوری
و گر است است از تو کینه کشد
ز شاه اینخانست بخوابد کنه
بر ارم ازین کوه سیلاب خون
وزان پس گفت ای سرفراز
لمی سز مردم برم گاه زر
نیرسد وزین راز اگر نگشت
تو گفتی و رانیت پروا نمی
کی اینها باین املی رود
که باشاه کشور یلم پاک نیست
سپارم چو اول با و از کی
که من دل پر اندیشه دارم کس
کسی را بر او بر شدن نیست

مکر زنده کرده دل سیستان
و گر مکر باشد آهنگ من
گوزایل آنرو ز این بگوشد
بنموده ست در عهد پیشین
کنون گریه و دشت گریه بود
بدنه من کا نذر چالاک است
چو تیمور بند و میان زرم را
برایشان چنان آتش افشان
ولی اگر کند پهلوان جتبی
بگویم و بر خود فرایش
زیر دست گرد و چو ازیر دست
سرفرازیل کاین بخواهند
ازان بیجا با سخن گفتش
همی است بروی بشیر تیز
بخود گفت ز منار خامی کن
زمانه دراز است و دور است
و گر و ماند ز رفقه و دوپند
سوم ره تلخی زبان کشاد
چه باشاه ایران کنی داری
ازین پشت بگل چه پستی کنی
نه اسپید زار بر سپهر بلند

و باشاه تیمور گیتی ستان
کجا گیه و این قلعه از چنگ من
که سامان گیتی و گر گونی بود
که بودی و گر گونه آیین جنگ
جهان سر بسام نیرم شود
کنم هر که است چون خاک است
کشد انده دشت و خوار زرم را
که انبوه ایشان پریشان کنم
از و هستی و ز ماکتبی
چرا دیگران رستایش کنیم
شود آسمان از چو خال
به چید و روشن دلش برود
وزان بی ادب نام شه برود
کز ان پیکش را کند ریز ریز
نیرستاده ناما می کن
بآخ رشو و موسم با خست
نیامد بکون نجات را سودمند
که ای ناجو افرو دنیا پاک نوا
کز انتر مباد و آقا و یوری
که باشاه ایران در شتی کنی
به نیروی انتر شوی شهر بند

بیایان تور اوستیکر آورم
 تو خود را ازین قلعه سرورین
 هزاران چو من شاه دار و هوا
 کفی خاک بر یک ازین تودک
 من اید زباند ز و نپند آمدم
 بنودی اگر شیخ من در تمام
 درستی بر مرد و خسر و پست
 تو با ایمنان چون مدار کنی
 نه آن پهلوترک رفت ازین
 همه بندگان و خسر و نند
 مرا پاس ایمنان کیست بود
 کنون زرم را یکس آمده بآل
 بیک هفته مانده اند ران کوه
 بهشت میامد بسالار گفت
 فشت ایمنان بر در شهریار
 که گرای شاه است جنگ و دم
 بهر چه از جهان از فتنه بان رسد
 و ز این سو بداندیش بی نام و
 شنه نامه از دریندگی
 شکست بشه برده از ایمنان
 کنون یک نظر پیش پاشنگد

بچم کندت اسیر آورم
 که ازین تودک بسیار دارد زمین
 که هر یک زند با سولری هزار
 اگر باز گزند کرد و نفاک
 فرستاده گی یای بند آدم
 زبان تو ز میان گشتی بکام
 مکن پیش ازین نماز بایست
 که با شاه کین آشکار کنی
 که در بندگی بودیش سالیان
 چه خواهد شد از این سخن بشنود
 چو نشنیدی آنرا که گفتیم سوده
 باندی نمی خواهی قتاده بآل
 بگشت و به پیروان بوم و دم
 همه هر چه دید آشکار نمود
 ز تو بخت دستوری کارزار
 و گرنیت فرمان درنگ آیدم
 همه گوش داریم تا آن رسد
 بکرو بجهت بلوغت جنگ
 فرستاد و اظهار شرمندگی
 که دارد سر کشتی درین
 زایران کسی را یکس نشود

گر این در بیفتاد و جنگ او
 صلاح آید چنان نیم ای شیدا
 بدست من این بوم و بر سپرد
 بر آوردم این را ز بازو نرفت
 بود شوم ز خسر و درای من
 قشیش شده کار و با فسخ
 دو فرمان رسیده از در شهریار
 بل ترک لشکریان قلعه نشت
 ز ترکان بهر له او شش هزار
 فسخ برادرش همراه بود
 یکی فسخ استبداد بود
 بی پردی را و پر مایه
 فلک را در است با نجرش
 بدو نهد از نوک تیر نفین
 کند آتش از آب غش عذر
 ندرسته کان آتش آیدار
 و گشت آرای پیر و جنگ
 جوانی بیالا چو سر دروان
 سپهری بفر آفتاب بجهر
 شود دم نبرد و بر کسج کبود
 از اندم گشت از عهد کشاوده

چنان دان که کس میسنگد
 که شده داردش باز ازین
 بدو نیکش از چشم من نیکد
 بگشتم بشاه آنچه بایست گفت
 و زان شوم تر دشمن را برین
 که فرق است از رستی تا فسخ
 بان کس بگیر و باین کشیدار
 نگین بداندیش را حلقه نشت
 همه گرد و جویده کارزار
 که هر یک جانشین خواخوا بود
 که در زرم کوهی به نیاد بود
 بفرجهی استسان پاید
 که خشم ستاره است بر کوهش
 چو از پیش تیر شهاب آید من
 که در سنگ و آهن فرو برده
 نماید ز آب در آتش گذار
 که آسوده از وی خشد بنگ
 تبه بیه سپر و به نیر و جوان
 بیالای خورش آفتاب سپهر
 زیر آردش همچو شیران فرو
 بگردی و کرد دست او کس نیست

این شعر در کتاب
 تاریخ طبرستان
 در باب
 فتح طبرستان
 در
 سنه
 ۴۰۰
 قمری
 در
 کتاب
 تاریخ
 طبرستان
 در
 باب
 فتح
 طبرستان
 در
 سنه
 ۴۰۰
 قمری

اگر شست یک شوی و نوره دار
سوم شیده فش نهو خور گذار
جوانی بشیوار در او ترک
که در چشم او زرم چون زرم بود
یکایک ز اسباب سامان جنگ
نه خود و سپه شان نه بر ستوان
نه مغفر بسره نه بن جوشنا
تو گفتی که با تیغ بازی کنند
بهمراه هر یک ز گردان هزار
پس شیت شان بود سالار ک
دو باره هزارش به راه مرد
بلند اختر می و دراز چشم بد
بخش اند و تیغ درشت او
یکی کز پولاد و جنگ داشت
یکی باز برق جنگ زیر ران
چشتی سپه راهمی را نند
که اندشت خاص از پی جنگ
بسالار گفتا سپه دار کرد
بلند آسمان ست این کوه دست
بویزه که کوه ست بر یکدگر
اگر کس جو آتش ببالارود

در آید چو شیر می که در پیشه زار
سپهر بزرگ یل نامدار
نخروی تجدید بر میران ترک
تو گفتی همه کام او زرم بود
شناختندی ویت و تنگ
نه پروای پاس تن پهلوان
نخروش چون آینه روشنا
بجان باقتن کار سازی کنند
ستیزنده با اثر و شعل بار
یل شیر دل ایمن سترگ
نهفته رخ ماه گردون بگرد
همه تن توان و همه دل خرد
چو چرخ می و مهر برشت او
که در پیش کوی گران سنگ داشت
که بودش سر جنگ با آسمان
کجا داشت ز دشمن بخواندند
از ان تا بنگه نیم فرسنگ بود
که این زرم را خواند توان شمر
بر او دست با پای انبوت
کسی را بر او بر نباشد گذر
کجا برسد از غریا رود

گران ننگها در کمر گاه اوست
کند هر کی خصم اگر زان رها
بهر جا تواند با جنگ رفت
کس از بسیر و تا کمر گاه او
بر او مرد اگر باز اگر کرس
بدو چار راه است باریک تنگ
سپه شیر و زرین کلاه است آن
همین جایی لشکر فرو آوریم
بهر روز بر کوه تا ز آوریم
بپایان بنیمیم تا چون شود
بپاسخ چنین گفت سالار باز
چو ما بر زمین خصم باشد کوه
بر آن زرم اگر یکدزد سالیان
چماندار تیمور با شتی هزار
سپه چند گاهی بر این در بماند
مگر کمر گاه جنگ آوریم
اگر سنگ اگر آهن آید بسره
کشان آنخورد در کمر گاه بود
و دیگر کز اینجای تا کوه سر
ولی در کمر بافتنک خدنگ
زمانچه یکماه کرد و دلاک

هلاک جهانی به راه اوست
بساید اگر پیل اگر اژدها
بر آورده آن با کج و سنگ رفت
نیاشد قرا تر شدن راه او
یکی از هزار ار بر آید کس است
بود چار و دروازه از او تنگ
و دیگر شتر خواب با کشتن
ازین سر زمین بشیر نکند ریم
بشب و بنگاه باز آوریم
کرا دور اختر در گون شود
که این زرم گردد و پایش را
نگردد در پیکار و هرگز نشود
بوجود خصم را سود و ما را زیان
بر این که نیارست کردن کد
از ان بکزان پیشتر بر نماند
به دشمن زمانه به تنگ آوریم
سپه راند باستان تا کمر
مگر از ایشان دست کوتاه شود
نیار و گلوله برایشان خور
بر ایشان شود کار سنگ تنگ
چو یک روز گرد و غبار تنگ

چو صد تن بیک و زشتن دم
دور و زار ز لشکر و تن شدیم
سپید بیدید این را می گفت
همه هر چه گفتی درست آری
کنون هر چه کوئی تو فرمان بریم
و اگر روزی کاین گنبد تیز گردد
باین کوه سر شد بلند آفتاب
سپید بیدید بر این بستان
رخانش بوسید سالار ترک
بیان خوش که فرخ بقال آمدی
ز تو باد و چلویی شکر قوی
و اگر لشکر آری لشکر خناه
و با هم بوسید و شتاب گفت
مهر روی تو اختر روز باد
و اگر کمتر این گردد بهتر شداد
بوسیدش شمع بر آفتاب کرد
سپاس تو چون در میان دم
که دادی سه فرخ برادر مرا
که با هم من در صبا مید
بیدار چنین گفت کامه و جنگ
بر انداخت از ما بر شمع بار

از آن به که صدر و ز صد تن دم
سوم روز ترسان و ز رخو
که دولت نه بخشد کس را بخت
همی تا زمانه بپاید بیاسی
بجز راه فرمان بری نسیم
شبه را بدل کرد با لاجورد
ستاره نماند شد برین نقاش
ز دود و امن پردی بستان
چنین گفت کای پهلوان
به بخت و بدولت بقال آمدی
که هم پهلوان را و دم چلوی
میان چست بر سینه اندر راه
که جهنت بر روشن خرد با بخت
وز این اخترم روزی فریاد
بیامد بنزد برادر ستاد
بنالید کای پاک نیروان فرد
مگر جایی هر موزبان آدم
بهرنیک و بیدار و یاد مرا
سه خورشید تا بان بکامید
سراسر نه از بهر نام است تنگ
سخن گفت از هر روی بشمار

در این کوه سر شد بلند آفتاب
سپید بیدید بر این بستان
رخانش بوسید سالار ترک
بیان خوش که فرخ بقال آمدی
ز تو باد و چلویی شکر قوی
و اگر لشکر آری لشکر خناه
و با هم بوسید و شتاب گفت
مهر روی تو اختر روز باد
و اگر کمتر این گردد بهتر شداد
بوسیدش شمع بر آفتاب کرد
سپاس تو چون در میان دم
که دادی سه فرخ برادر مرا
که با هم من در صبا مید
بیدار چنین گفت کامه و جنگ
بر انداخت از ما بر شمع بار

در این کوه سر شد بلند آفتاب
سپید بیدید بر این بستان
رخانش بوسید سالار ترک
بیان خوش که فرخ بقال آمدی
ز تو باد و چلویی شکر قوی
و اگر لشکر آری لشکر خناه
و با هم بوسید و شتاب گفت
مهر روی تو اختر روز باد
و اگر کمتر این گردد بهتر شداد
بوسیدش شمع بر آفتاب کرد
سپاس تو چون در میان دم
که دادی سه فرخ برادر مرا
که با هم من در صبا مید
بیدار چنین گفت کامه و جنگ
بر انداخت از ما بر شمع بار

ز اندیشه مرد و سر و دست
اگر چه به بنودن شربت تنیک
چو زاندا زه شد شربت کوی
به نیروی بد کوئی شربت مرد
بکوشیم تا گرد آن گرد پاک
دل از حشره باید آرستن
چو یاری دهد اختر شاهان
بیایست کوشید ز انسان شای
کز دل بهر شمشیر آمد گرو
بگفتند و بر آب به بند زن
سوی کوه باد و کوه آمدند
بر فروخت چون چنین گشتان
چو آن سیل شد بر فراز شیب
بسالار داد آگهی دیده بان
بگفتند که گشت از آن که دلیر
گران سنگدار و از آن که با
و لیکن به نیروی بخت بلند
به ترکان چنین گفت سالار
کز این سنگدار کاید از کوه سر
گدازه برایشان نیار و گذار
چنین ما بنزدیک ایشان بود

خسته باز کوه نمود و بخت
دل خسته آینه هست لیک
ز صد گفته باشد یکی را اثر
باینه شاه پشسته گردد
و گرفت بایستمان در پیک
پس آنگه ز بدخواه کین آستن
گند حیره بر خشم بدخواهان
تو کوئی ستاده است در زرق
چاره بود خسر و دش شیر و
چو در باغبانیش درآمد نشن
چو کوه آمد از اسب نرینه آمدند
چو آن سیل باشد آهنگشان
نخود بر بلر ز چرخ از سب
که آهنگ که کرد سیلی گران
چنان کاخته شوم ازین چرخ
تو گفتی که بار و ز گردون ملای
بیک تن ز ترکان نیامد کردند
چو اندازد گرفت از کاشان
و لیکن ما هست بهم خطره
با سنگ شان آمد از کوهها
با بایست سی آرد زور

در این کوه سر شد بلند آفتاب
سپید بیدید بر این بستان
رخانش بوسید سالار ترک
بیان خوش که فرخ بقال آمدی
ز تو باد و چلویی شکر قوی
و اگر لشکر آری لشکر خناه
و با هم بوسید و شتاب گفت
مهر روی تو اختر روز باد
و اگر کمتر این گردد بهتر شداد
بوسیدش شمع بر آفتاب کرد
سپاس تو چون در میان دم
که دادی سه فرخ برادر مرا
که با هم من در صبا مید
بیدار چنین گفت کامه و جنگ
بر انداخت از ما بر شمع بار

نیم وصال
 بیایار
 تو خود
 هزارا
 کفی غای
 من
 نبود
 در شش
 تو بای
 نه آن
 همه
 مر ایا
 کنون
 یک
 بهشت
 نشت
 که گرا
 بهر چه
 و از این
 شش
 شکایت
 کنون

بر کوشش نیابت ارادت
 در این بود که ز کوه سرشیده
 شبان شد بسیار آن گرفت
 میل نامور شکر آرای گرد
 که این نام بهتر بود تنگ ما
 بهنگام سختی چو یغما کنند
 چو با ما چنین باشد اینک
 چو شیم زین سان سخن بگو
 من اکنون کی ترک باز آورم
 بگفت این در از بار نیکت
 ترک کرد آن همراه او و سوار
 رسید و همه برده و ایست
 در خان انبوهش ز پیش بود
 همی گفت چون شیر سوی روم
 برون آمدت خصم از کین گنج
 عنان داد پهلوی امان کوه
 گاه که نشانده چون نگر
 تیر گشت از دوازده و دو
 بدل گفت اگر روی و پس کنیم
 میان در خان شود کار سخت
 که دشمن نهانست ما شکار

در کوشش نیابت ارادت
 در این بود که ز کوه سرشیده
 شبان شد بسیار آن گرفت
 میل نامور شکر آرای گرد
 که این نام بهتر بود تنگ ما
 بهنگام سختی چو یغما کنند
 چو با ما چنین باشد اینک
 چو شیم زین سان سخن بگو
 من اکنون کی ترک باز آورم
 بگفت این در از بار نیکت
 ترک کرد آن همراه او و سوار
 رسید و همه برده و ایست
 در خان انبوهش ز پیش بود
 همی گفت چون شیر سوی روم
 برون آمدت خصم از کین گنج
 عنان داد پهلوی امان کوه
 گاه که نشانده چون نگر
 تیر گشت از دوازده و دو
 بدل گفت اگر روی و پس کنیم
 میان در خان شود کار سخت
 که دشمن نهانست ما شکار

همان که از پیش جنگ آوریم
 چو خصم از پس و پیش ما درین
 بگفت و بر آورد تیغ از نیام
 همی را زد تا در میان سپاه
 گذر و آن تیغ غار شکافت
 همی تیغ را زد و همی مرگشت
 تیغ از پیشش لشکر شکافت
 همی تاخت که خصم کیس و قباد
 چو جت از میان پهلوی زد
 ننگی گذر کرد گفتی جسم
 پیمیز را گشت مر را شکافت
 چو این شد از پشت لشکر ناه
 ننگی که خواندیش لشکر شکن
 بر ایشان بهار به چون نگر
 پیمیز شد از لشکر آرا خبر
 بشب ننگ نشت و آمد براه
 چنین چون خبر دار گشت ای کانه
 که بی او بنده و دل از م نشان
 سپید میان بی حجت کرد
 شاده گوی وید و کردش هزار
 جنگ گذر آورد و بران ننگ

دلی که ز شمشیر خنک آوریم
 ز جنگ ننگ است ما از این
 عنان داد بر بار و تیر گام
 بسی کرد از انبوه دشمن تبار
 ز بر تاسی که ز مغر نیافت
 چنین تا پیش عدو و او گشت
 ز انبوه دشمن بهامون گشت
 عنان را به پیچید و باز ایستاد
 سپاه شکست و بهر پست باز
 که ننگ گفت دریا و آمد بهم
 و ونیمه شد و باز با هم نشت
 به پیش سپه راند پشت سپاه
 بکش برد آن کرد و لشکر شکن
 همی سخت باو خزان شکست
 پرانده دل گشت آسیمه
 سپه داخت کاید همه سپاه
 برآمد برین تیغ کین میان
 هم او نام شان بود و هم گام
 همی تاخت و آمد پشت نبرد
 همه آتش افشان بر یک مبار
 نزد بر سپه خویش ابد رنگ

بر ایشان شده دشمن آتش نشان	دی از تیغ بر آتش نشان
چو خود را بر لشکر آرا ساند	ز رنگس بگنجی جوی براند
رسید از پس پشت شان ایوان	چند نوندیش در زیران
چو فرخ برادر بد انگونه دید	پیاده شد و در برش کشید
دو رخسار او را بوسید و گفت	که بی تو منیاد و بنده هست
سه پهلوی که پهلوی را خیزدند	بیکه بدریای لشکر زدند
بسی زرم کردند و خون بختیدند	بسی خاک با خون برختیدند
که آن کمترین کرد لشکر سپاه	بهمراه لشکر بیاید ز راه
بیک حمله شان دشمن آید شوه	بیالاشد آن سیل کاهند زوه
بیک موج کان رفت و رفتند	خس و خاک کیسه بالا کنند
چو لشکر شکست بخان گفت باز	بیایدیم اکنون شدن ز راه
مبادا چو بالاروند این گروه	با سخت کرد و گشتن بکوه
گفت این در شد بکوه بلند	چو جز احایل بگردن نکند
سپیدار با لشکر آرا پیش	که گیرندش سبب بر جان پیش
همان کمترین کرد و هت تراو	که گردون ندارد چنان کید
سپاه از پس پشت و از پیش و	همه زرم سازان بچاش
ویران و زخم گشته زان رایت	در اسید و چم از کل نیک بخت
دو کام از شدند ی نیکال و پاک	ز لغوش فرو آمدند می چاک
چو موجی که برگه زور یا شود	زند لطمه باز بر یا شود
ز بالا همه سنگ غلطان ببار	پس پشت گزیدل نامور
نگردی کس از کوه آهنگ	که بد رفتن آسانتر از باروت

همان بد که آماده گرد و جنگ	باسودن از سیج بودی و جنگ
همه برفش از زیر و باران بر	بشد ابری از کوه بن تا کمر
شکست است چون کار و باران بود	بناک ابر باران ز گردون بود
بکه رفته سیلی ز بامون که دید	همه سیل از کوه بامون رسید
زخویشان روان گشته سیل کوه	چو سیل بیالادمان باشکوه
ز دشمن سی چاره و روزه شد	از ایشان همه در پراوازه شد
بر انگوه سر گشت آهنگشان	چو دروازه بیرون شد و گشتان
وز ایشان همه در پراوازه گشت	شد این چاره ازاده از چار سو
که گیرند از دشمن آوازه	نشتند هر یک بدروازه
که گل بود و آراشیل گلستان	سپید سوی گلستان شدون
که آشتی بود و صید شیر است	شته خواب را لشکر آرا گشت
که باشیر خورشید کس نارسید	سیر شیر گرفت شیر سفید
که هست آن کرد و خوراک کلاه	بزرین کمر ماند زین کلاه
همه از موده بکوه و شکار	بهمراه هر یک ز ترکان نزار
سپاه از دور و دید ز بالا و کوه	چو آسوده شدند نخی از دار کوه
سحر که چو خورشیدی افرو شد	شبی خوشن آسودگی رو شد
بدان تاجه را می اور و پهلوی	بر اینچنان شد سر روشن و دل
بهست از چندین خسته رفتن بخت	سپید بخت و در فوره و جنگ
بیالادمان توان جست راه	دور و زری کر آسوده مانده سپاه
بباید فرو رفت تا چاره است	کز اینجا فراتر شدن راه است
نه پیران عقاب نه گردنده باد	نه مردان و نه آن پای توان باد

اگر بودمان تا کنون نیم سنگ
چو مردورونده کند پا بر خیز
گر از خویش بگذاشت قوه بیکار
بسیستم درین کار رازی در
بپذیرفت از آن نامور ایمان
سخن بهر چه گفتی همه مغرور شد
درین کوه اگر هست بهر بودی
بشمن که کار تنگ آمدی
ولیکن با کار دشوار گشت
بشد لشکر را پیش گروه
اگر در من باند و دشمنیست
بگویم که این قدر در آید جنگ
همی گفت وزد بیکر و منش
بلی شیر گیر ایستاده دلیر
گر نقش کشم در روشن نهاد
بکسار و در خندان خوش
بشد فرخ سپید از جای خوشتر
گفت ای عدوی تن جان خود
اگر قهرم دلیری در آویختن
تا این کوه زرم دلیران بود
اگر آسان درانی و آسان

کنون هم سنگستان با تنگ
تیار و یکی کام بهیاد پیش
که ماند بجای تا رود بر سوار
درستی همه رازی و فرمان تست
بدو گفت کاهی را و درین آن
که این که نشستن کفری غرور
که چندی در آن لشکر اسودنی
بشد نیز راس به جنگ آمدی
که جایی اندک مر بسیار
که من خود به چهار دم تکیه
و گرنه که مرا گدازش نیست
که منک بار و بسته با تنگ
دلیران تنی چند پیر منش
سپید بدو گفت کاین را بگیر
جوان همچنان رو بیا لانداد
چنان کش بکش برده او را
گر نقش کرد بند و بستاند پیش
چو خواهی بجان من جان خود
چه بکشاید از خون خود و دشمن
که کام نهنگان و شیران بود
همی خون بریزی خوش لغو

نمردیت پیوده جان با تن
تا آنکه از دوده کمن هیچ کار
نخست از من کن بدایت
در اول بجز راه کرد آن سپهر
چو مایی خود پای گردون خرام
بیا و آنگاه تو ناید درست
تو بیهوده جانم جز بیهوده
نه کرد زمانه ز تو اتفاسم
بشش شده بود هر یک توده
براهی که بگفتن بران نگردد
یک آسانی طلسم است این
براهی که اندیشه خیره بساند
برایشان باین گوشه نشین شد
کنون چار ماه است تا خود سپاه
شدن با چنان خنجر زخم زرم
کنون زرم پیش است همیشه
بشش است کوه است و کوهی تنگ
بشمالی آن را چه بازنده تیغ
باند زرمه جویان دلو گوش
بگذاشت آن کوه را در میان
بزرگ کاهوله بر آن کوه سار

مخالست بر آسمان آفتاب
مرد را به کار و دیش دار
بنا از موده خنجر خویش را
در آن پس بگریه ماه مهر
ببخشید سر را و نه داشت با
ببرافتنی از باد زان بانیست
که بر همه گلشن بسته و دغا
ببیدایش در زیر وانه زو ام
بمن بست پیوده بچندین کوه
خود منده و زرم کی آن ره رود
کشادش تبید بیهوده ز کین
ببسیردی تن چون توانی
نشد یارمان آتش و لغو ز
از ایمان درین دژ بود و لغو ز
برین کوه سپهر و بود و زرم
ز خواب جوانی قوییدار شو
نه در بانی نشنید و جوی
که ای ملین را تا باند تیغ
بگرت قهر می باید اند ز زلفش
بکش بر کی از دانی دمان
فزون رحمت از شراره زهر

چو زنده شد ز رخ و شان فلک	چو زنده شد بزم شامان خدنگ
ازین یک به ایزد تیر شهاب	وزان چرخ پنهان چرخ شهاب
بهر سرب فلک و زینکان تیر	که بارید بروی زبالا و زیر
سپید ز تو گشتی بپوشش شد	یکی معدن سرب آهن شد
بناکاه فوجی ز ترکان کرده	که بستندی از هر طرف ده بگو
یکی را ویدند باریک و تنگ	و ران سخت کوه از میان دو سنگ
بزر را انداختن خوری ز رخ و شان	کز آنکوه سر مایه از برف و شان
که چون آب کم گشتی از کوه هر	ببالا ببردندی از آب خور
کله نیز کردندی از کوه یک	وزان آنجور د آب خوردی هر
بیامد در آن با دوا و بگاه	یکی کله با آن شبانمان براه
گمین کرده ترکان برون چینه	ببرند و گشتند و انداختند
شبانمان بستند یکسره همه	ببرند از جنگ ایشان را
بسالار ترکان خبر شد که آب	و ران کوه سرشته بسنگیاب
باین آنجور شان نیاز و قضا	گره ایشان را خن بکار و قضا
بفرمود شان بستن آن راه را	چنان چون ره چاره بدخواه
چو دشمن چنان دید آمد سبزه	سپید را ندیکسره و انسوی کوه
که تا بدید و افسون فلک	مان آنجور شان در آمد فلک
تنی شد ز دشمن چو این سوئی	سپید روان گشت خود با کوه
ز سوئی و کز شکر آرای گرد	برفت و بهمه تنی چند برد
تنی که دشمن خبر داشتند	که شیر و منده بکسار شد
زبیدی آن شعله بالا رسید	همی بر سرش و دود و اسید

بگفت آب ندیدم اکنون چه بود	که شد و دود آتش بپرخ کبود
نمی آمد از مفت خوان باورم	جهان را ندوست تقصیر بر سرم
همی چشم چون اخترم باز بود	بهم قلع یا چرخ انبار بود
ولیکن باین دشمن هر دست	شماره بناید بهم این نشست
همه ز آسمان می نمودم تندر	زمینی قضا را آسمانی برتر
نیاست گردون مرا و نیست	ولی بود بالا تر از دست و است
کهنون بایدم بهم جان و دشمن	ز بهار پاس روان و دشمن
من این چار از راه را تا کنون	بر روی بسی کرده ام از منون
دل از سنگ شکم گشته است	ولی کاه مهر آگینه است شان
همی گفتم و از است تیغ و خون	یکی را بگردن سیکه را بچین
بشید تا بسالار ترکان رسید	بپوشم از غوان و پنج شنبلیله
چرا زرم و پوشش انگنده سر	چو بیدار و کرد و بردار و کرد
بگفت ای بنیاد و جوگره ان	همت هست کین عبت و شاهر
ازین با سپاسی کین بختون	نه نیم برای بچرخ و خشتون
زمن بار باد تیغ سر کشی	ندیدم ز تو رای کی بفرستی
کهنون نیز اگر بگشاید آدم	مرا دم که ز بهار خواهد آمد
کرم بر دوا می بر خور بار	هم ای در بگم بپنجم سپار
که من دانه و کرد و گشت بپوش	که باشاه دوران چه کرد و بپوش
کرم شاه سپید خوری گشت	و گزینم شمشیر ساری گشت
چو بنشامی بر جان نالان من	بدین بسکند خرد سالان من
کرم و م هر لاج آمد از من پیش	کمن با من تا نر که منی ز خویش

چو بخت بد بخت بد آمد بشهرم
بدرخواه با ایطمان گفت راز
نویدی سوی شرف ستا و گفت
بهر از مهر ایطمان گفت باز
بپا نشنیدمت کند آرزو
شنید این سخن شاه کستی نهاده
بگفتا برو ایطمان را بگو
بگویش شد مرد خسر و پرست
بدست تو دادم کشت او و گره
در میان فیروزی لشکر عدو کن و عذر خواهی و تمن
و بخت شاه و و المیزن ازین بخت خیرم عشرت مهیا کردن
چو چیدن در نامرادی ز بیم
نشینم شاد و گساریم جام
سزای کسائی بدست آوریم
آرام دل با دل آرام خویش
نشاید سپردن بغم خویش
تو در جام بکن می بعل یک
یکی ازین دارم از عشق خویش
زیر روی اقبال و بایند بخت
شاه که حکم فرمای قارس
خدیوی که دست سخا پرورش

شاه را

بهری که مهر و منش ای اوست
چنان قدر دان خست می در جهان
سوشن و دوش بر در است
یکی خست کافر هند سر نهاد
کسی کشت کند خدمت از راه
اگر مور باشد سلیمان شود
چنان که ایطمان آخند او بخت
بصدق و صفاتش بیک
سرش را باوج تشاره رساند
بنغمی کشیم من این راز را
چنان بد که آن سرور نامور
بجز اهل فرنگش نباشد
هر خدمتی نامزد ستاش
همه کشور از وی پراوازه شد
بکاری که تدبیر کار داشت
بجائی که حاجت نبیوش بود
یکی چون دریای لشکر زند
یکی چون بگردون کین آورد
همیشه خوش این عقل ویر و بزم
چو شاهش چنان تعلیلت کشید
یکی که در بختش نش بود

سپاس نامه ز لای اوست
نزار و ز کار آگهان کس نشنا
ولی هر کی از ره دیگر است
یکی سر نهاد آنگه افسر نهاد
گراید با فرونی از کاستی
و گره در هر نشان شود
گراید زی آخند او بخت
بجز این و از کس نه اندیشه کرد
مرا در ابادی خویش خوا
بطاق فلک جسم او از را
سرافراز بخرد پدر بر پدر
مردش در آفرینش نبود
بهر مائی پایه افروختش
فر و کار کشور بر اندازد
خود از فضل بیروان و بار
دو فرخ برادر و دو بازویش بود
بدریا تو کوئی که صحر زند
بی رخسار پشت زمین آورد
که ز بسا بود دست باز و بزم
هلا خوش آبادی خویش
ز تن زاده بلیک بن بلیک

یکی بازین خست از آوده تخت
ز چهر آفتابی جهانتاب بود
ببالا حسد می سرافراز بود
نزدیش مگر در نقاب نقاب
و کیوش و ام ره مهر و ماه
بعد طوبی آن ماه خوراسشت
و قاپور و موشش در لغزب
بفرموده شهر یار سترگ
روان گشت کابین جاندها
وزان بر چنان رفت و نماند
یکی جشن برپای کرد ایمنان
چو افغان چنان گشت گیتی فروز
گوشتی قمار دل کاخ و پوست
و یا مجلس از لالهاسی بلور
شامل زده شعله بر آسمان
شعبه زبس کرد و هر کون گفت
به چرخ گفتی گرفته شهاب
زخم باره کان نشتر بار شد
شده تو بچ ز نور آتش نشان
کاخ و شبستان میدان کوی
و کل باگ بزر و چرخ برین
که دیار آن خسروانی خست
بلبل آمد ز خون و خورشید
مگر سرور میوه از ناز بود
و کردیدی از سرمستی زلفت
و دیو و امو اولی سیاهی سیاه
شبهستان شاه از پیش چوشت
بهشتی بقدر ایمان را نصیب
بهشتند عقدش بسالار ترک
که این یک و ده و آن یک و ده
که خورشید آید سوی مهر ماه
که رفت از زمین طغنه بر آسمان
که کس باز نشاخت شباز رو
به یک ستاره سپهری جدت
بود لاله زاری بدامان طود
فلک را غم خوشه و کلمات
فلک است خیرت بندان گشت
شده دشمن و بدو دل آن کباب
خیم آسمان نشتر زار شد
زده شعله در خرمن آسمان
ز شاد می آن مرد در بامی موی
که گردش خواسی بهین بر زمین

یکی حمد زین سوی کاخ شاه
و دوقح بر او رش چون شیر
هم از کتبی و هم از پاش عهد
چو دیدند دیگر بزرگان چنین
چنین تا با توان رسیدند باز
رسید ایمان و گرفتش ز عهد
سوی منزل مشیری یافت مهر
چنان با ممان گنبد از سر نهاد
یکی سالها منزل ماه جست
ببالین رنجور سے استیسیب
فسره تنی را بتن جان سپید
چو این دولت آمد کاشانه اثر
در گنجهای درم باز کرد
یکی بهین خوان کردم سترید
زمینش و بره انقدر گشته شد
نرئیس استخوان نخت بالایی
سیمان که هستی زین روان
بگسترده از بهین خوانی چنین
مگر زخم نریت سرای بهشت
بهین صفت مرد همان در او
هر آنکو در آن جشن خدمت نموده
بیرونند و در عهد کردند ماه
نخست گزاری بسته کمر
بشادی بر خند و زهر عهد
بر خند و زهر عهد گزین
همه ره بساط و همه ره نیاز
بدانسان که از موم کینه شد
بازار و کان مهربان شد سپهر
ببر خصمی آئین دیگر نهاد
سوی آفتاب فلک هفت
به بنگاه مجوری آید جلیب
لکام خضر آب حیوان سپید
چرخ فلک رفت به خانه اش
بشکرانه بخشیدن آغاز کرد
که تا مرغ طوبی از و دایه
که تا این جدی حمل نشسته شد
همادرم و پیر نمودی شکم
که روزی و پدر روزی عالمی
بیکایه شان طبع و ادبی
دل از روی بهمان بهشت
همی یافت چیزی که از روز
درم داد و قشربند نموده

فلک دیدم و دیده ز رنگار
بگفتم تو را تا چه افتاده کار
دور و زری درین عیش خجسته
بسی و سفر بوده سال و ماه
تو دایه جهان طفل دامن تورا
بگو تا که عیشی چنین دیده
جهان را همه در نور دیده ام
نه مری نه ماهی چنین دیده ام
ندیدم چنین عیش نیز دامن تورا
که فرسنگ و نقش بود پیکار
تبدیل خسر و ستاره گشت
یکی ملک بیگانه را خویش کرد
نیمی قدر روان خسر حق گزار
نخود ملک خویش جاوید کرد
دلش خرم و جانش آگاه باد
مبارک ز فرخ رایی جهان
رو از ایمان سدا فر از جوی
که اینها همه را ده خدمت است
و بد مردم را آب مغیبری
که خدمت بد دولت بود و نه مای
خدمت توان کردن از خوش شاد
و بد مردم را فرس خدمتگی
چونک دیدم و دیده ز رنگار
بگفتم از چه نادر خرم و ریم
بد گفتم ای جنت تا دیرگاه
دلش خوشان چشم روشن تر است
جهان را سر پای می کرد دیده
بگفتم آنچه گفتی فرو دیده ام
بگفستی شناسی چنین دیده ام
مر آنکه نیز دامن بگوش بخواب
بر این شاه با و آفرین خدای
چگونه چه در کرده با و شاست
همه پارس را بنده خویش کرد
جهان را ز خود کرد اسید و
جهان را پیر از بیم اسید کرد
همه خسر و یار این شاه باد
همین پاک پیوند بر ایمان
چه برسی ز تازش ای راز جوی
نگوئی که این داده دوست
بیزوان کند بند خدنگری
خدمت فرامی و بند گری
چه از پاک پیر دامن سلطان او
بگناه و بیکیه پرستندگی

عجالت از نشانگان

دلی نندگان را کند ناسک
ولی چون ملک قدر خدمت نشناس
زبان نیست کر نبد جان بنا
بر این حرف گشت نهاد کس
جهان برورش جانفش می کند
چون بیایمت راه بی راه بود
خطاب بصفی با قلم شکستیم و بیان آستان بگویم
بضرب لاش حکایت مذکوره خوشی تو اقم
بیای خانه گفتار را و پرسند
چنین چند خامش نشینی می
خوشی اگر چه ره بخود است
بریده سری را بهانه مکن
توان سربریده زمان آوری
نه سربزنت ز لاف و دروغ
چو از کودکی با تو خو کرده ام
کنون خوبی خردی زمین بگیر
بگفت بهر پیکار دارم تو را
کر ای خانه دل گیری ز سر تو
تیزه مکن با خداوند کار
تو متوانی از رایی من یافت
گر از من شکایت کنی حق تو را
من ای خانه اندر سپاس تو اقم
چه نبود ملک قدر خدمت نشناس
زبان نیست کر نبد جان بنا
بر این حرف گشت نهاد کس
جهان برورش جانفش می کند
چون بیایمت راه بی راه بود
خطاب بصفی با قلم شکستیم و بیان آستان بگویم
بضرب لاش حکایت مذکوره خوشی تو اقم
بیای خانه گفتار را و پرسند
چنین چند خامش نشینی می
خوشی اگر چه ره بخود است
بریده سری را بهانه مکن
توان سربریده زمان آوری
نه سربزنت ز لاف و دروغ
چو از کودکی با تو خو کرده ام
کنون خوبی خردی زمین بگیر
بگفت بهر پیکار دارم تو را
کر ای خانه دل گیری ز سر تو
تیزه مکن با خداوند کار
تو متوانی از رایی من یافت
گر از من شکایت کنی حق تو را
من ای خانه اندر سپاس تو اقم

که پیوسته سر بر خطم داشتی
گرت سر بریدم ز باغ شادی
ولیکن منت از جندی دهم
بگنجینه خویش راهت دهم
و از دولت انگیزی نترسد
چو قدر ترا باز نشناختند
من اینها تو را بر سر آوردم
برین داوری با تو استاد دهم
یک اشب کرم سازگار کنی
یکی نغز بنگامه بسدایت
بکارم روایات بوشهر را
بهند آن سفر حقیق خویش را
باند ز روانانه پر دشتن
بشش پای بودن به بند کاسه
نهرو نمودن بهر ناشناس
که عرصه کردن بان شتری
چو نشافتن از کالای خویش
و گریه زانی بسیار استن
بگیتی باغم یکک یادگار
کرامی خاصه این پامه یی کنی
ازین پس ترا قد تو خاتم

مرا یک زمان باز نکند استی
باب بقا ز نهام شدی
سرت برم و سر بلند می دهم
فرون از فلک تنگابست دهم
بتن زار و لاغری دل در دهم
نه بر پایه ات دستک حسد
که بهیوده افسوس شان خوردم
به کیفی داری آماده ام
میان راه بندید و یاری کنی
ز دل رنگ اندوده پرویت
شمارم ره کینه و مهر را
نخستین شمارم و پیش را
ز دشمن همی دوست نشستن
در آن شور و غوغا در آن کور
و ز آن ناشناسان ندیدن شمار
کز انگشت شناخت انگشتی
ز دل پاک شستن قنای خویش
بگوهر فروزون ز زر کاستن
گز او هر کسی باز گیر و شمار
بهم اهرم ره نور دمی کنی
گرت خوار کردم بخوادم خست

دلایاوری کن بدین خامه را
و فغانی از بند کم را ز کوی
ازین شکر باری نوش کن
گز ازنده را ز کردان سپهر
که چون شد ز بخت هزار و دویست
مرا ز می آن شد که از دوشان
ازیرا که از انگیزان بسی
همه موبد و زیرک و خوشیار
نهر و خبر مست پرور همه
مرا بود پیوسته اندر نظر
و دیگر گز اینان نهر و روی
مع القصد بسیر و چشم شتاب
همی من شتابان و همراهِ شتاب
چه بندری کی مانع آراسته
زهر شهر چندان که کالامدی
ز بهر دور و دم فرچین
ولی جامی سیج نشان از فروش
بزرکش که دریا خداوند بود
روان از دل و دست آن یاد
اگر چه بودش ز خواسته
بر او رنگ بردند از هر کرده

مگر کوهر آگین کنی نامه را
ز بوشهر و مینگامه شش بار کوی
شکر باری بندیدی و اموس کن
چنین گوید از گروش ماه مهر
بر او بر فروده چهار و دویست
بهرم کنم رو به بند وستان
بایران زمین دیدم از هر کسی
خرمبند و دانا و آموزگار
به نیروی دانش تیاور همه
که چند می بانیان برارم بهر
متاع مرگشته بدشتری
از ایران و ایران بند خراب
چنین تا به بند کشیدیم رخت
در ویا فقه آنچه دل خواست
فروهم در او بهر سودا می
بر هر روز کالاشده راه تنگ
بگوش ملاک رسیدی خبر خوش
برید ازین جاش خرسند بود
دو دریای چو شان بهر یکنا
هم از روی خواننده شمرند
چه اعراب شست چه الوار کرده

برای او فرویدی مهر و وفا
بنزدیک آن تر سحر زاده
که نام شهزاده تیمور بود
بیشتر برافتنه کرد و رهای
گرایان کین از ره مهر شد
زهر شو یا مدینه شیخ آگهی
که از خدمت شه گزینش نمود
بشی بود بنده بر خوان خوش
ز چشم بد اختران بے خبر
که از باده غم غبار آمد بلند
بنا کاویسی در اندر راه
سپاهی کین برده را خنجر و
چه فرمائی آتش تبوب آگینم
ازین کار سالارشان باز داشت
همی گفت کاین را می بود در
سبا و کز این کار ناول بسند
اگر چه ملک زاده طفل می شد
همانا کز این شاه را آگهی است
بدان پیش مانا بشه برده راه
مرا در چشم شه تاب نیست
بر یا شوم کار تا چون شود

نیم وصال

چنین است پور شهر در پست
فر آفسو بشه اندرون لشکری
شب بود آستین مستخ
شب چاره بود و مانده مه
فلک چون چراغ زده در وقت
ز شهر می که کم از جهانی نبود
نیم سوزین بود کالای او
چه مانده ز کالای بازارگان
کسی را که هیچ از خوشی کم نبود
ز خدمت کئی را که بد یک سیر
در آن مزرع سالار شه پور شاه
وزیرین مویشاه اند این آگهی
امیری کزین کردنده زان
که کار آ که در او و بخیده بود
مگر تا براه آورد پور شاه
شد آن نامو تر تا به بند رسید
گر دمی غسل دید با پور شاه
هر آن را می کاغذ و بجز دوی
نش چاره از گفته رهنمون
چون به یافت آگاهی از کار پور
برش آمد و در رکابش روان

نیم وصال

در ایوان درآمد بدر پشت
کشوده همه دست غارت گری
وز او ابر من بسته راه گریز
چراغ زده در دما صبح که
ز در و گهر دامن فروداشت
بشی چون سوخته نشانی بود
بهر سوزین رفت بغامی او
که بروند بیایگان رایگان
نیازش بنانی شد آن هم نبود
بر دیگران بود صاحب سر
بدستور خودنی بدستور شاه
که چون سرکشی کرد سروهی
بشیوار مردی و مردانه
به و نیک گیتی بے دیده بود
به بند و در ناله داد خواه
همه کار بارادگر گونه دید
به نیرنگ در خاطرش بسته راه
ز نیرنگ ایشان در گون شد
که میان بر او دیو خواندنی
پراگنده دل شد ز تیار پور
گر اندام به دستور بالیجان

نوگرشگر آراسه پهلوشکار
همی رفت و فیروزیش بنهون
ملک زاده را آگهی شد ز شاه
همی گفت این کار نادر است
یکی چاره باید سگایسد باز
بسی هر یکی گفت پاسخ بخت
کز این شهر باید بکسار و شست
تو یورشی بر تو ناز و گزند
ولیکن با بزرگان آورد
تو زاید بر بر و تابد بر بار شاه
نه بند و بر ویت و در مهر را
هر پنج از تو خواهد پدر و پدر
ازین گفته آزادی خویش است
زینکشتن بخت است بیرون عهد
بسی خواندان دیو آدم و فریب
به نیرنگ بیرون شدندش چنگ
بشد پورشت تا بر شتر یار
ولی گفت از ایدر بشیر از رو
خود آمد همی تا بدریا کنسار
ز دیوان سلیمان نشان باز
بشد گفت و متور و صفت نهاد

او در میان شهرت است

جهاندار باید بپوشد
زمین بوسه داد و شد از پیش
گردوی زن و مرد و خواهنده
برایشان بخشود و افزود مهر
زوریا خداوندش نو سخن
گرامی برادرش و فرخ پسر
از آن کوشش بودیم خط
در آن زورق صخره از دور گفت
تبی کان نیاسوی اندر حیر
وز آنجا که بد مرد و زوان شناس
که امی بر فرزند ماه و مجور
اگر آب پیش آری از ششم
کهم در گفت خصم کردی را
خوشم ز آنچه بر من روا داشتی
کنون نیز اگر خوا را گرفته ام
توانا تو و کار در دست تو
پلاس امدهی بر میان سن است
همی گفتی و گفت فرخ سرور
که چون با من افکنده کار خوش
بهین چاره کار تو چون کنم
مدانی چه دهم به بیمار گشت

بدل خستگان بر سرم مهر شد
بهوش شد شاه با غر و جاده
بر بنه تن و خوار و در مانده
فراموش شان کرد و گین سپهر
که چون شد بختی درونی بخت
نه آب و نه نان و نه خجسته
بسی شست گشتی دلی و سفر
که دریا بزرگ چسان جا گرفت
بیا سو و خوش در پلاس حصیر
همی شست در دل ز دیوان سپار
تو فی راز و دانه مار و مور
چو آورد و گشت با دوی ششم
زمانی و کرد و رفت ازوها
که با خود مرا باز نگذاشتی
همه بر امید تو دل بسته ام
کیم من کی نبینم دست تو
بلا بل ز تو نوش جان من است
نهانی بکوش می از راه پیش
دل آسودن ز بیمار خویش
و گرنه را چون و گرنه کنم
چه جانها که پیوسته در کار است

یکی زان وصال است کویس نیاز
مخوغم که کارت خدا ساخته است
بلی ایزدی فسرده اینها کند
و دهنه چنین بود و ریا نورد
بدیر با همه کشتی خویش یافت
بول جوی آفرینا و شاه
ز کشتی در آورده و بنواختش
فرانسو گرانمایه دستور راه
همی گفت شهابش فرغنده
مگر در دل شه تراره بود
شه این را زبیر و ندادار نهاده
تو کاری که این با خطا کرده
هم آسان شود لیکن از شنبوی
نهانی و رانی بر نهان من
من این ملک خواهم چرخ و حرکت
گرامی پس دارم اینجا کی
سپارم باو ملک او را بشو
پسند عهد و بکرو آنچه گفت
ولی گشته خویش را درود
پند رفت از و در بخت روز
که بشته سخن با همه باز گفت

بزم وصال

بزم وصال

کز ایدر باید بپوشد شد
بما که بهرست دور سپهر
و گزیت بر کام ما دور هور
و گر ره بپوشه غارت بریم
شمار ایشهر آمدن نیست رای
و گر خود نیایم فرستم پیام
بگفت و بشد پیش دستور شاه
چو دستور آن حرف لشکر بد
همه ره به پیچیدش اندر سخن
بگفت باید مرا رفت پیش
تو کیسه سباده که آبی به شهر
فرستاده من بود که فلان
بخراوه که آید بروید رنگ
بگفت و بیاید بشهر اندرون
بدربا خداوند هم در نهفت
بظلمه بر آشت در با خدا
تو زاندم که دستور خسر و شدی
کنون نیز به هم من ساختی
من آید رخ نام تو در کار باش
چرا بایدیم با چنین حال هست
بگفت و دور آمد بدربار

بزم وصال

گزاین پس با عیش و نشاط کند
 بنفرین جهانی زبان باز کرد
 و ز زبان شنید و نمی گفت هیچ
 هیچ گفت اگر رفت وی کو برو
 بشا هوش کنون عذر خواه آورم
 نباشد بر من و بخسرد پسند
 بدشمن فرستاد که جای شیر
 بیایا بیای زشت و سنگاه
 شنید این سخن مرد برگشته تر
 چو آمد به بندش اندر قفا و
 زبان بر سر همه کس فرست
 چو چه آن کنی پشت آید جان
 بکار آنچه توان از پر خوری
 سخن کوتاه آن دیو چون شد بیند
 فرمان شد باز دریا خدای
 بشاه آگهی آمد از لشکرش
 بهسم بر شد و ایمان را نخواستند
 جبین سو و بر خاک سالار بنو
 من این زرم را خود به بندم کمر
 بهمره برم لشکر آراسی را
 بدانشان کی ترکنا ز آورم
 همه آب دریا بر آتش کند
 و در گرم و لب پر ز آواز کرد
 ظفر خواهی از رخ رود در سیح
 من و مهر دریا خداوند تو
 سرش از بند می ماه آورم
 یکی خوش دل و عالمی و مرد
 که دریا خدا جست راه گیر
 و گر گونه منصب و گر گونه جاده
 روان گشت و از مرگ خود نبرد
 بجای می که خود کند با سر فتاد
 کس از کفر کرده خود دست
 بد است بر خود میا در زبان
 نه حفظ نشانی و خسته ماری
 اباده تن از دستیاران اند
 ز دریا بد بار شده جستی جایی
 و ز آن در سر اندیشه افش
 سخن با وی از کار او باز نند
 بگفت از بود رومی گمان خدای
 بفرجه انداز پیروز و زگر
 بهر دوزم از سر کشان عالمی را
 بر شاه شان خسته باز آورم

بفر تو زین خجسته آبگون
 بنزد رفت شاه و بشد نامدار
 سرشگر آراسی در خواب بود
 بگفتا برادر و گر از خواب سر
 بفر و بر رخسار بخت زین
 ز آواسی اسبان و بانگ کون
 یلان و دیدار ماوه کارزار
 بیار است پیکر بسامان جنگ
 بهما در بنو کسپه رسید
 چرا گفت ز نیکو نه رنجور تن
 کس ای پلین که چه مرد تویت
 من امر و ز جانی تو جنگ آورم
 زین دونه زو لشکر آراسی کرد
 من اینجا وزین تو برشت خرس
 که من باشم و این تن نامور
 بدو ایمان گفت لرزم برین
 ز بهر که آمد به پشت کرنگ
 تو بر من رختان من بهتری
 تنی که چه بجان نیاید است
 گرم خواهی از خویش شنود کرد
 بسو کند گفتش دل شیر گیر
 دریا فرستم کی سیل خون
 همه شب شد اماوه کارزار
 گرامی تنش و توبه تاب بود
 کند به بخت آن پیکر نامور
 نداد آگهی جنگ جورا چون
 بر آمد خواب آن سر پیلان
 بهر سپید و شد آگه از کارزار
 روان شد بی ایمان پیدنگ
 بر آشت چون ایمانش بدید
 بر زرم آمدی ای گوشت سخن
 چنین روز روز بر تو نیست
 جهان بر داندش تنگ آورم
 که نام مرا تنگ باید بشود
 خدا یا تو این جرم بر من بخش
 کند رو بهنگامه بر خط
 که لرزد و هنوز این تن نابین
 کجا جست رنجور سامان جنگ
 کجا چشم که جان من بهتری
 مرا هست از جان شکیلا ز تویت
 بهر منزل خویش تن باز کرد
 که از من نیاز من اندر پذیر

مراجان جز این می نیاید بکار
 بکین جویی شیخ بهت بود
 بدین گفته بوسید خسار او
 برتسند از نیم شب تا بر روز
 بسی ره سپردند در نشان
 چو شیرازی طعمه در جیب جویی
 چو گشتی براندند ز آنسو سمنند
 چو دیدند خشم از پس پشت بود
 چنان بد که آن لشکر بی شمار
 همه برآمدی که سالار نشان
 سحر که بیغای ایشان ز شهر
 بهراه برده بسامان جنگ
 چو دید که آن قوم شوریده گشت
 بجای غنیمت در آن سوزان
 هم آنان که رو کرده سو می بار
 سپید چو زو یک ایشان سپید
 پست از روی هر یک از نشان
 تو گفتی ز دریا دلاور نهنگ
 گلوله نشان چون بهاران
 سپید می خواست رفتن بجنگ
 مرگ گفت نارفته جانم ز تن

من اینجا شود ایمنان زرم جو
 و دیگر که این دستیاران بکار
 نخستین تو را کوشش کرد و فر
 من ایدر یکی زرم شیران کنم
 چون سرب و بار و نشان کم
 چو شد مایه شان کم برم تا من
 بگفت و بچلان در آورده پ
 کجا بود رویتن تن افتد یار
 که یک چو به از سر بر دوش منی
 جوان گرد بودش تن نازنین
 بایشان می شد گلوله نشان
 بر او بر بیاید و تیر از کین
 چو با این فی شتره همراه بود
 چو از تیر باران دشمن برست
 بچستی بر ایشان یکی حمله کرد
 چنان راند الماس سیلاخچن
 ز پس گشته غواص بس ظفر
 در خاکک پس بره و ان بکرت
 هر آنکس که از پیش نفیختن گشت
 از ایشان تنی چند بی دست و پا
 بر او کرد بس آفرین ایمنان

جهانی چکوبید بن خود و بگو
 گلوله نشانند همچون تگرگ
 محاسن جستن بر اینان ظفر
 نیروی لبان و لیران کنم
 بایشان همه کار در چشم شود
 درین است بهمه و جهان با نر
 در آرد بشد هم چو آذر کشت
 که حیران ماند در آن کارزار
 بان پهلوانی و رویتن تنی
 بچنین گلوله نیر داختن
 چنان چون بلا بار و از آسمان
 ببال کرنگ و بقبر پسین
 از دوست بدخواه کوتاه بود
 تیغ سرافشان بر آوردش
 تو گفتی ز دریا بر آورد کرد
 که شد آب دریا همه لعل گون
 شده دامن تیغ او بر گهر
 تو گوئی صد فحاشی بی گوهر است
 روانی بجم کندش بست
 رها کرد خاص از برای خدا
 که خرسند باد می زینت جوان

زهی از تو را سمان خجست من
دل از رخ گیتی نژدت مباد
بیامد بر شاه فیض و منند
زن و مرد شه اندر آمد زجا
که امی زخم تو چاره و روم
مریز او آن بازوی کینه تو ز
خم اندر مباد و ابلا لاسی تو
چو شایهش بدیدان پروبال
همش بوسه ز رخ و در بر گرفت
گفت ای زلفت قوی شستین
سپاس جهاندار فیروز کرد
ازین زرم یکمیت اگر کم شتی
مباد تو ان این بر جوشن مال
بشکری که دیدار او دید شاد
همه خردشمن خداوند داد
همه بد سگالان زنجیر کرد
لقب دادش از خوشنایاب
بشکری که کش خیمین پای داد
که از راستی داد و هر کس دهد
ز رخت و ز رومال و پاپ چمن
جانی نمود از جهاندار شد

نورانی و کجاست

کنون حال گوینده باید شنود
که با اهل آن شهر و ساز بود
در اندم که چون آدم از سر کو
ز اهل وطن شد یکی انجمن
که از آفریننده محض ماه
همه کار تو در خور از دست
بغیرت چرا بایدت ساقن
ز شاه و ز دستور و نشور
زوالی و الا همین پور شاه
هر انکس من جان و مسازد
ازین گفتا ششم گفت تیز
کز ایشان هر از اگر من میوم
بوشه خداوند تیغ و قلم
کز اندم که آمد بایران
همه هر که پایا به نیکو شناخت
و گران خردمند فرخ نهاد
کز ایران مرا خواستاری نمود
انرا هم بنده وستان کشید
به بند رجوع قسم پس یکدو
نزدیم کسی را که بایست دید
نیکویش گوهر در نه بود

بغیرت شمر و بحیرت فرو
بان بخت و اندوه انبار بود
بهشتی چو شیر از دل شبت
همه دل پر از حسرت و غم
هم از خروارای تویم و گاه
که روزت خوش روزگار گشت
دل از آتش نایان غیرت
هم از ابلهان هم ز سرشگر
ز دیگر بزرگان با ارز و جاد
ز بند وستان ششم بار دشت
که میل و لم بود با انگیز
ز غمی و دردانش پسندیدم
گور ز این حسین ما کرم
ز ایران نیندخت جز آفرین
باندازه مایه شان پایست
بشیر و مردانه جبر و داد
شنیدم که راد و جواد بود
که بوی و فاقوت شنید
بدین شدن در بر بالید
نه ریاست زین پیش گفتند
و لیکن شهر مند پرور نه بود

میرس از من احوال آن کشته را
سه هشتان ندیدم بخیر یک نفس
نخود گفتم ای دل ازینها مرغ
اگر رفت خواهی بهند وستان
وفا گرچه در عهد مایکمیاست
ز شیراز چون شه بهوشه شد
چه نسخ وزیر و چه رادایان
هم از شاه کرمان نوشته رسید
ز والی و الانشش پور بود
تنهای یاران هند وستان
ولی ماندند شیشه و شیر
قضا یکی گشتی از آن دور
فرستاد ز من که گشتی روست
از و همتی خواستم چند روز
ازیرا که زادم و آن خندگاه
نوشته فرستاد و مار و گر
سه ماهه زیان تو بر آنگزین
سراسر نوشته بخواندم هیچی
نخود گفتم ایدل ازین ره بگذر
فرستادش پیش کای بوالوفا
نقیصیدت این فروشن تغییر

از آن پس که بسر و دم از دست
مرامیهانی همین بود و بس
سج است بند تو مرد و سپنج
بخواه می جوئی از وستان
جفا جو کسی کش نه بیگانه خواست
و گر ره بمن بر سر مهر شد
بمنم کش و ند هر یک زبان
ز هر گون بشارت زهر گون بود
هم از بجهان یکی آمد ز راه
برید پیوندم از وستان
که بودم گرفتار آن دار و گهر
هند وستان می شد از بالینور
روان شو گرت راسی هند وستان
که کارم نبود بیسان منور
ز غوغای بندر همه شد تباه
که بر ماز یانی و بر خود خضر
نیار و بدست تو بر یک پیش
بلب نام زردان بر اندم می
بکستی مجرم و میباش فر
ز مردی نباشد به مردم جفا
کرم داده یکد رم و ده گیر

مزن چنین بجا بروی خورشید
من اینجا نبودم چو بیایگان
ز من بخت خوارم نه گشت من
کجا ملک بخشان بخت کشان
کجا نامداران با نسته و جا
کجا آن سپهر پیر و رهمان
فرستند و مردی ز عالم بخت
مع اقصیه چون دیدم آن مرد
ز هند وستان دل به پر ختم
ولا ملک هند وستان دیدم
موجود طوطی رشک کشان
ز بو شهر آشک شیراز کن
بده ساقی آن دست پر زهر سم
شیرابی بیای خند و بندازو
دیده نداری بده خستری
بده تا کنم رو ملک عجم
که گفتان اگر چه صد پرور است

بر آنکو خورد نان بازوی خورشید
که نان کسی را خورم رایگان
تو گر لب به بندی ازین گفت
که در ملک از ایشان بخت کشان
نشان کنج بخش معیان بخند و جا
که نام نکو خواستند از جهان
همین نام شان بود آنهم بخت
چو عقابان آمدم ز آدمی
بویران خوش تن ساقم
نخود و چند بنده گهر
بایران سخن کوی و شکوفان
قناعت کن و بر شهبان مار کن
که بر هند از آن ناز و آرد هم
همه دست بهنج نه منند از و
که آن آفتاب و این شتری
بنایم بکاخ فریدون و جم
بر یوسف از مصر فرخ و جرات

شکوه کردن از دست زبانه دار و بی راهه قتل این بخت
و نامساعدی و ابتری کار ازین روزگار بد کردار
تن سر کشان دوره اسیر بود
بر این بیوفانام فسر زده کش

درین آغمن کز بود چو کس
 همی خامه کسرم زهر سخن
 قلم کیم و سر کشی میکند
 چرا خامه از نامه بزار شد
 نمی بینم این خامه چو شمع
 چرا شیر طبع چنین کشش است
 مگر طبع افسرده سر کش فتاد
 چرا طبع را رازی گفتار نیست
 کجا طبع بانده چون نو بهار
 چرا با خرد و سخن بیگانه شد
 و با خرد و آشنائی و سپید
 اگر دل فلک است جان را چه بود
 اگر در دل من به تنها نمی است
 چمن را چرا رویش پرده گی است
 چرا لاله چنان از کف نهاد
 چرا باغ خرم چنین گشت زرد
 چرا زانغ یار چکاوک شد است
 چرا رفت از چهره گل صفا
 چرا رفت آن خرمیها از باغ
 چرا سرو بانده از باغ گشت
 چرا میل از باغ دل بر گرفت

مگر باغ مرگ جوانان شنید
 مگر سبزه از نو خطان دشت آورد
 مگر دایغ سوار دار و در چین
 کش آرایش و دیش از باغ رفت
 چه میگوی ابدل من لاف شست
 سخنانی آشفته داری می
 خبر بای بهیمت در نهان
 دروغی شنیدی کمن راز فاش
 مگر سوگ سوار داری نهفت
 مگر کان شنیده تور با باور است
 اگر گفت خواهی که سوزنده تیر
 اگر گفت خواهی که برق جهان
 اگر گفت خواهی ز تیر تفنگ
 اگر گفت خواهی که برقی تیر
 مگر تو اینها نخواهی شنید
 همه دیده بر راه و روزگار گشتند
 ندارد تنگون این تن لال ماست
 اجل هر چه سنگین کند گزیر
 نبوده همان به خوشی از جهان
 ز شمشاد بالا چه سرو چغل
 تو کوئی تبه شد بدشت نبرد
 که از وی چو پیران جوانی سپید
 که در خطه و بر خط آورد کرد
 غزالی سپیدار دار و در چین
 از و هر چه بگفت بر باور رفت
 بگو نه خزان رو کند و درشت
 همان بد که دم و در نیاری می
 نهان کن که آتش زنی در جهان
 دل ما و ز سار خود کمر خراش
 که می بینمت باغم و دور نیست
 کت اندر سخن سوزشی دیگر است
 ز پاشی اندر آرد شیر و لیم
 ز پاشی اندر افکند سر و جان
 سر آمد همی روز جنگی پانگ
 بز و کوه البس در راز شگفت
 ازین گفته خواهم گریبان پید
 که باز آید و دیده روشن کنند
 تبه خیره کوئی نگوفال پاش
 زریان نادر و کوه البز را
 چه از رویای او در نهان
 ز رفتار او سر و دستان غل
 زمانه چنین کینه هرگز نکرده

دلیری برآورده چرخش بابر
تبن چون یکی باره آئین
ز تیغ و سانش باور دگاه
سپه بکشد هر کجا رو کند
به پیووده ناچیز گرد و تباہ
یلی دروغا همچو شیر بیان
دلیری سناور که درشت کین
کوی جنگ کا ندر آورده گاه
نرفته تیغ سرفشانست
نژاده ز شیر سیلان
مگر نه تیغ برادرش نشست
مگر خنجر ایمن در نیام
مگر تیغ سپیدی در غلاف
مگر کان گو گینه جو بد خواب
مگر باره پنهان کند رو
چه فتنه زور بازوی کند آورش
مگر سکر اشکن نبودن جنگ
چه افیون زمانه بیا مش نمود
بکرمان زمین اچه روماندو
دریغ آن پرویز جنگی سوار
دریغ آن کران مایه برهنه

دریغ آن پرویز بازوی پهلوی
دریغ آن جوان رفته نادیده کام
کجا آن سر دشمن انگند نش
کجا آن دل مهر پرور و او
کجا آن گرامی دل با وفاش
مرا اشک سرخ است و رخسار ز
بلی آسمان است و انبیا کند
چگونه نشاید که باور کنیم
مگر نه سرفراز سهراب کرد
مگر نه سیاوش خشنده هوش
مگر نه یل اسفند یار جوان
مگر نه سیامک بجنگال دیو
زمین و خنده شوم ناخوش هوا
یکی روستا و همایون کش
زمانه یکی سیل ویران کرد
که اندر ره سیل بینان نهاد
چو خواهی در افتاد سرکش بشار
بر آن کاین جهان بر سر کیمیا
چو ایوان نگاری در پور کئی
تو پیووده نقش ایوان کوش
جهان نوعی است زیبا و شک
جهان کهن را ز فرس نوس
فرو برده تنک و بر آورده نام
ز زمین آن هاور و بر کند نش
بنازک ولی سخت ناورد و او
کجا ناز پرور تن بی بهاش
ندانه بیاران دیگر چه کرد
چنان کینه جوئی چنین با کند
که باور می زین فزون تر کنیم
به تیغ پدرمان شیرین سپرد
تبوران بر آورد و انباران کرد
به تیر و می کرین و اور و شن و
به گشت و به جاست ایران کو
که یکسان کن با دشا و کد است
که فرق از کد نیست تا پا و شا
رسیل بلا بر کران بهتر است
که خست و تن و سر بطوفان داد
چو آفرشوی خاک آتش مبشار
ز راند و ده کاخ گلنیت گوا
بر ایوانها چندی سکر کنی
که خست کاخ تو چشم است و کو
فریبنده و لبا میوی و بزنگ

اگر با تو خورشید روزی خوش است تو ای ایقان بهتر نامور نکونی که شد گشته آن جنگوی بیاد آور از کر بلای حسین اگر بشتوی قصه پیش را	فریض نشستی که شو پیش هست همان به که رنج نباشی و گر منش زنده کردم بنام نموی همان در و رنج و بلای حسین فراموش کنی گشته خوش را
لوامی شهادت در میدان لا افراتین و ابتلائی بلای کر بلای و مصیبت و یاقم امام همام حسین علیه السلام	لزامی شهادت در میدان لا افراتین و ابتلائی بلای کر بلای و مصیبت و یاقم امام همام حسین علیه السلام
یکی در استقامت یاد آمد است روان گاه و غم پرور و جان کر اول ز آهین بود جان رو نه با آهین و ردی این تابست من از بیتی این قصه برداشتم تو منکر که این آتش افروخته است سمند شود گوش با من سپار اگر چه جهان دوزخ ز آتش است اگر چه بود ماه آرد و می شبت اگر چه چین چون بشتی خوش است جهان اقتضای طلب میکند اگر چه کنون شاد باید شست ولیکن بجای سرور و سرور دل و دیده مینا و ساغر است	کزان اشکم در نهاد آمد همه انده جان همه رنج دل بگوشتن این داستان بگو که این داستان آتش است آفت منم روزگار است بگدا ختم که گویند ویرست تا سوخته است که هست آتش این گفت آبدار بهار است و هنگام آتش است که پیافره از بلخ مرد می شبت که هم و لغز دست هم می شبت می در و در آتش طلب میکند زهر انده آزاد باید شست بیاد آور از راه افغان کشود خروش غزالان نو اگر است

زخون درون خور و باید تراب بهای گل و از غوان و سخن جوانان حیدر ریاد آوریم با فسرده بلخ نبی رو نسیم خیابان زهر آب پریم گو ازان سوخته خیمه یاد کن پیر نه تنان را بیاد انداز اسیران بی فرشتگان کن ازان تو سلطان کوی گلگون کن بگو جوق پروانه سوخته ولی روز با سوخته ز آفتاب عروسان بیخت ذریه رگ است دریده کی کوشش کی کوشا مراسمه خنجر بود لاله داغ زمرگان ابروین شستیم کشایم ره چشمت از راه گوش بجان تماشاکی آتش زخم که شد خون دل آبان پوش تن چاک چاکت پیکان راو ولی نخته بر فاک از یاد او سنان نبره و خنجر ناوک در او	زلفت جگر کرو باید کباب بل چین بود آرزوی چین ره کر بلای ابدل بسپریم چه گلهای سیراب را بوسیم چه باید شدن سر و شمشاد جو چه آسائی از سایه بیدین ببین جانده افسوس شمشاد خواهی چه زرش و بای باغ شفاق چه جوی بی زخم چین گلوله را شمع افروخته عجب ترکیبی شمع شهاب عروسان باغ ارچه پیش آتش بنفشه است یا رب جویبار اگر چه بسی و لغز دست باغ چو یاد از جوانان حیدر کنم تو نیز از سپاری من گوش نشو ز دفتر کی باغ و گلش کنم گلش لاله و سوری و از غوان بجای گل و برگ ریجان راو صنوبر قدان سر و شمشاد فغانها نو اسه چکا دک در او
---	---

وگر در ره است آن شه دین پنا
 بنیزنگ بروی کند کازنگ
 همی راند ناپاک پوز زیا و
 بکوفه درونش نهانی شب
 در اندم که خورشید بهفته بود
 یکی طیلان بر سر خود کشید
 بیامد بدار الامارت ز راه
 پیچا در و آمد از هر کشت
 ز غرت فرو پیچ نگاشتند
 کشتش باز نشانت گان بیست
 بمنزل شده کرد و در با فراز
 همه شب بخت و در اندیشه بود
 سحر که برادر و راز از نهفت
 چنان کرد که چسبده و دانه
 ز فسونش غرق زره در شدند
 ندیدند و نیادادند دین
 گرفتند او را و بردند زار
 برید سوزان تن نامور
 تن پاک مسلم ابردار کرد
 نهفت آن مدد کشتش زینج
 همانا نجات بدی کیش قست

بر انگیزد از کوفه بزم سپاه
 گرا ز آشتی ره نیاید بچنگ
 دلی پر زشتش سری پر ز باد
 چنان چون بود رسم در راه عرب
 فلک رفته در طیلان کبود
 که کس چهره به او راندید
 نموده مردم که این است شاه
 همی قست و خلقی روان از پیش
 که سبط همیشه پنداشتند
 دلی آمد غم کسی را ساخت
 در کرد و اندیشه را کرد باز
 تو گفتی یکی دیو در شبیه بود
 بروم ز هر گونه اندر ز گفت
 دل ساده مردان نمی شد به
 ز مسلم بگشتند و کافر شدند
 نیاید ز ناپاک مردم جز این
 نمی چون کند چاره صد هزار
 که و کفر بد کشد و او گر
 بسلم کجا کافر این کار کرد
 از و جز در نمی نماید اسی درینج
 همه بر بیدار و در کشتش قست

که از کوفه بیرون

که از کوفه بیرون

که از کوفه بیرون

بود زیر هر مهر تو کفر
 جهان را چه بے مهر و خو خواره
 نگویم که با کردشت کام نیست
 یکی مهر بستند ز تو گاه جنگ
 که این جفای تو را بشمرم
 جهان به کز این گفتا بگذریم
 به شرب جواز پرده ان برید
 بناچار از ان بوم دل برگرفت
 بهاد حرم کرد و احرام بست
 بدل گفت نامم در ان بوم و بر
 مرا چون نیند در پیش خویش
 زن کوک و دخت و خواهرش
 پیر بربندید که شد پیش ازین
 حسین از مدینه سوی کعبه رفت
 نیاز نیادیده جوری که دید
 ره کعبه قرب در پیش داشت
 همی رفت و در راه فرخ سرور
 که قربانیت گرچه در خود است
 یکی طوف این خانه مردان کن
 که این سوزین گرچه گوئی من
 که این خانه شست از آب گل است

کلاهی نه بختی که ندوی سر
 چه فرزندش نامم سپاره
 دلی مهر و کینت بدگام نیست
 یکی جامی شند از تو نوشه شنگ
 که از آتش دل نخر شد سرم
 مگر گفته خود بیایان بریم
 جهان تنگ شد بر نام شهید
 بزرگ و یار پیس گرفت
 چو صید حرم کشت از ان راجم بست
 که از سلم و کوفه آمد خبر
 بخوانند بیوده در کشت خویش
 برادرش و پور برادرش را
 سوی شرب از کعبه بخت کردن
 چو دشمن با و نه حیلست بیست
 بنسیره جفای بنیره کشید
 همه فکر قربانی خویش داشت
 نهانی فرو گفت مردم بکوش
 نه اینجا است و با بگفت که بگشت
 چو قربان کنی رو در آن خانه کن
 ولی سوی آن خانه روی من است
 مرا آن خانه رخت جان دل است

که از کوفه بیرون

که از کوفه بیرون

که از کوفه بیرون

در این خانه قربان ز جیوان کنند
درین خانه شور آب حرم خوش است
در اینجا از جامه عریان شوند
مرا با تو ای یار بازار راست
سخن کوتاه آمد بشام آسکے
حسین از مدینه به بلخ شافت
پرانده شد خشم ناپاک باهی
تی چند را سیم در رو داد و گفت
بهانه بود ج و از خدایان
ز دشمن خبر بیشتر شد شاه
بهر ای اوز نزدیک و خوش
گروهی زاعراب ادوی داشت
همه بر یکی بنده آرزو و
بلی آزمودن تانت جلوگر
کرد خوشی یار بسیار بود
پیاده یکی پیش آمد بر او
برون نادم گفت از کوفه من
گفت از بدی هر چه آمد بدو
گفتا پس بنی ست ملک جهان
اگر کسی از فرود اگر جمله کاست
سر ما چو کوی بست و چو کان او

در اینجا قربان ز انسان کنند
در اینجا چشمان پریم خوش است
در اینجا از جامه جان شوند
چهارت شیرب تو را کار راست
که شیرب ز آل بنی شد تھی
کز این چار کار بهتر نیافت
یکی کیمیا ساخت بارهای
که ناکه باید خورد و نخفت
ولی قتل صید حرم کاستان
حرم از حرم بر و آمد بر او
بدی از تو کم زشتا و پیش
نه از راه پیش بر او کرد کشت
بسیم و بز چشم شان باز بود
زند رو به ماده بر شیر نر
بکوفه ز بد باید شش آرزو و
ز مسلم بر سپید و از کوفه شاه
مکر دیدم از خون خوشش کفن
شده از دیده سرد او سیله بر
جیز از پاک و او را ندان دران
مرا دل همه آنچه او خواست خواست
نیز فستن از ما و فرمان از او

در این خانه قربان ز جیوان کنند

همی زت بر لب زردان پس
و گر روز کاین تازی نیزه باز
بر آنکس تماشا می خواست کرد
ز لشکر که آن شهر را جند
همی هر یکی داد شتر را نوید
شده از گفت ایشان تنگنی نبود
چو یکپاش ازین گفتگو در گذشت
بدانست لشکر که خرمستان
که تهمینه یامی است سرتنگ نشان
بلی ناما راست و خجسته گذار
پیاده شد از سپ و آمد چو باد
شش دید و پرش نمود و گفت
بفرمود بهر چه کار آمدی
بلی آدم گفت پرغاشخو
برای نیرید از تو پیمان برم
شش گفت من نام خوشین
نوشته تا ادم از حجاز
گذارد تا سوسی بلخ ارم
بدو گفت حرکاری شده مومن
سپید و گفته کن جایی خوش
مگر کن تو پیمان ستانم بهی

بلی این بود مردان شش
بر این تو سن ابلق می شد فرا
پیشیده زش نیزه راست کرد
شده و از است که اگر بلند
که از کوفه خرمستان شد پدید
که خرمستانی درین ره نبود
ز انبوه لشکر سب گشت شست
سواران بود و بر کشیده سنان
پی کار راست آهنگ شان
سواران بگوش و باره هزار
پیامی خداوند سر بر نهاد
یکی پانه اش در غور باید خست
ز هزار یا کار زار آمدی
که نگذاشت پاتمی پیشتر
چه سربانی از تو سر و جان برم
همه نامهان بود پیش من
کنون نیز آن ره نه بسته باز
همانجا که بودم هم آنجا روم
کنون نیست این کار جز من
نمانم تو را تا منی پای پیش
جز این رای را می ندانم تھی

در این خانه قربان ز جیوان کنند

ش

شش گفت ما و برگ تو با ما
نسای که نوباوه حیدرم
خلافت نه زان نزدیک است
تو نیز می جان نخت آواره
اگر چه پاک پیغمبر
یکانه خداوند دارنده
کسی کو باین من بگرد
بن کس نیز نه بنده نیست
من آسوده بودم مرا خود
جهان گشت و جسم من باش
نگه دار من کرد کار من است
کز این نیست برگرد و از تیغ من
اگر جان تنم و گرد جان
نیارده ام تیغ بیرون زلا
چو کافر کشد تیغ کفر کشم
بیاران بهشتی شوم و لفرور
زمین را پویش بسوسید
گفت اگر کسی جز تو سر و دلا
من و او یکی زانسان گشته بود
منت نام ما و در جگانه برم
نویم چنان را و آرم را

نیم وصال

ازین گونه گفتار کم کن تو با و
سرور دل پاک پیغمبر
نگین از سلیمان نه زان من است
که راه خطا آمدی باز کرد
چرا دشمن دوده حیدری
مرا آزمون بد و نیک کرد
چو گدشت از اینجا بنیورود
در بیست شاطره روی نیست
کنون کدام حیلدار استند
کجا چم از یک جهان خیم
حصار من این ذوالفقار من
قرده است بر طعمه تیغ من
بفرمان دارایی گیهان و هم
نه از عجز کردستم اندر خلافت
گشتم کفر اما ز کافر کشم
ولی دو زخم چون شوم کنده نور
دل چسبی از خون از شک پر
بردی چنین نام ما و مرا
ز خون کی خاک گشته بود
مگر نه بود و دخت پیغمبر
بشویم چگونه ز رخ شرم را

مگر سول دوزخ فراتش کنم
اگر سرکشی و اگر بگردم
ولی با تو این سرزمین بخت
که اینجا بمانی شوی و نیک
گفت و بان شاه سوگند
یکباره باب و بسته دما
که باین ستم پیشگان کم نیز
دل بر تو لرزد که کردی تیار
شش گفت کز مرگ ترسایم
مرا در جهان می از مرگ نیست
اگر نه نوشته است نزدان من
نه هر جنگ را و برگ است بار
بسا زخم کش عمر با بد پس
چو دم را شمار است چون زخم
چو باید سر آور و در زینک
به از جای در کام شیه ان کنم
به کافر کجا سرور باید مرا
گفت و با سپند آرد و پای
کز تشنه غمان گفت مرو و لیل
و می باش کای سپیدار ما
کاتم که او را دل و جان نیست

نیم وصال

بدست خود اندر خود شش زخم
نم بنده فرمان بهر جباروی
بکینست و باخوی بهر من اند
شوند این کرده و غار بروج
بیزدان که بنیادستی نما
بجان نیان شش نیک نام
مزن خویش را بر دم تیغ نیز
نیشتم و ز خویش بدخواه
ازیر که چون خویشم و دیم
بکستی که دیدی که جاوید است
نیشتم مگر دلم از خویشم
نه هر آشتی است عجز و از
بسا لقمه کو بست راه نفس
زیش و کم آن به که دم کم زخم
که افزون کنی در زمانه و رنگ
که با ناخت اسب چنان کنم
بمل تا زمانه سراید مرا
که اینجا که آمد شود باز جای
که نکرید و از جنگ رو باهیر
به بنده خیانت یا تو بازار ما
مگر بر تو این کار کرد و دست

و دیگر که برمانه گیر و گناه
بمباد شود کار پیش امیر
چو بشنید گفتار او را زبیر
بشنید گفت این قوم تا اندک اند
بترسم که چون لشکر افزون شود
بفرمای تا یخ کین بر شیم
چو این طایفه شد تا و رخت
نشد شه با این گفته بد است
من اول نکو شتم کین سخت
دل روشن من نشد کف دیو
مرا امتحان جهان کرده اند
مرا باید انیان شناسند باز
مبادا جو از دین کرانه کنند
که بیگانه بود در پیش ما
در بیگانه اش باز نشناختیم
چو فرس و از هر سو شوند بزم
سیان و وصف بایدم ایستاد
که را زمره ایشان نماند نمان
اگر من شوم گشته بر بی گناه
و گر من از ایشان شوم پاک نیست
بیادان همی رفت و میگفت باز

این را در کتب دیگر هم می بینیم

پشتی رسیدند از آب و دور
ز یاران بر سپید کاینجا گشت
چو از کربلا نام شنید شاه
بروان مازین پس اسودست
چو غر ششم اسوده با ششم رنج
پیاده شد و گفت کاید فرود
بگفتا سر پرده بر پا کن سپید
همه روی ما مون سر پرده
پس بار که خیمه های حرم
بدور حرم جامی خولیان همه
بگرد سر پرده خندق بکنند
چو شد کنده با خار انباشتند
چو زین طشت پیروزه درین رنج
طلایه برون شد ز هر دو سپاه
همی تا سحر پاس هم داشتند
همه شب ز بهیروی روزگار
ز بچی گوی گفت و مظلومیش
ز مردان که جام بلامی کشند
بیشرب یکی نامه نبوت نغز
کزین خاکدان دل پر خنجر
ز گیتی محبت چو تیر از گمان

این را در کتب دیگر هم می بینیم

این را در کتب دیگر هم می بینیم

این را در کتب دیگر هم می بینیم

جهان را ز سر هیچ نپنداشتیم
بر اتم که گیتی نبود از تحت
چو آن نامه انجام پذیرفت شاه
نیاسود از نبدگی یک زبان
چو چشم زمانه بر آمد ز خواب
دو لشکر سر از خواب پرستند
بر آمد چو یک نیزه گیتی فروز
زمین از سپه شد چو دریای می
شمار سپه چار باره هزار
پیشاپیش او شش هزار دگر
سپه در شان شیش پیشاپیش
وزان پس بیامد سپاهی بزرگ
همه روبرو آسا و سله در تیر
بکین خواهی دین کشاده کمان
سران سپه پوزن پاک سعد
فزون گشت آن لشکر از سپه
چو آمد صف آراست از بر جنگ
پیش صف استاد و آواز داد
که از سبط پاک نبی نگذریم
تو نیز ای یگان نه بزرگ حجاز
اگر دست بیعت در آری بر آ

و در این میان که در میان سپه و لشکر

ره ملک جاوید برداشتیم
نه زمین هیچ شاهی چو من سیر
و ضو کرد و آمد بآرام گاه
چنین تا بر آمد سپه و دما
بر آستینت کافور با شک ناب
پرستش گری را بیایا ستند
پدیدار شد لشکری کینه توز
سپه دار لشکر حصین فیسر
همه گرد و خیز گشت نیزه دار
رسید اندر آنشت پر شور و شوم
که در دل بجهت سپه داشت
کر از آن همه چون دم آتش گرگ
بشیر خدا کرده جنگال تیسر
خداوند دین را نموده نشان
که در زرم بودی خوشان چو
چه خشکی پیاده چه تازی سوار
نه اندیشه دین نه پروای تنگ
که سالار ما گفته پور زیاده
مگر زیر حکم پیریدش بریم
مکن کار بر ما و بر خود دراز
و گر نه نیایم در کار زار
سکه آماده جنگ شوی

خطاب حضرت امام علیه السلام به سواران و پیادهان

اگر جنگ بودی من آماده ام
ولی بهتر آن دامن ای خوشای
بجز سه نهادن ترا چارست
شش گفت کامی مگر تیره را
میازار از خود میسرش را
تو بر من از میان شناساری
و ایام نه هر پادرجید رست
نه بهوده زمین دوده فراورم
تو نیزه آن نبی را بهر من کو نیم
همانا که از کیشش برگشته
بشیر پور سعد از سپه کینه گفت
جهان را همه بایز دست روی
همه دستماشان بدست یزید
جهانی بدین کار هم دستمان
بر شفت و گفت آن خدای ستر
بید زفته مردم از سود بود
نه آخر پیرفته بودند لات
بیزه آن بستی چه بودی نیاز
چه بودی چه بودی و ستایش
بست گریبانش و ابودونی
اگر سجد و خور و کوساله بود

و در این میان که در میان سپه و لشکر

و در آشتی نیز استاده ام
کز این سیل دور افکنی خست خوشتر
براه بلا تا توانی مایست
بجز سه سینه مکن با خدای
ملرزان زانده من خوشتر
چه این گفتار میان آوری
نیز او گرامی پیغمبر است
که پورش بر پور محمد بودم
دست چون ده کاین سخن گویم
چه خوروی که شمشیر گرفته
که این گفتار با خوروست خفت
تو تنها چه خواهد شدن کو بکوی
چرا رخ خود را کنی بر مرید
تو نیزه آنچنان شو که باشد جهان
که ای بهر دنیا گفت و نود دین
نخود رانی آری سبب بهبود بود
همیل را بیا پیش کمان بایست
بر پاک داور که بروی نماز
جهان را بخوشش آگهی داشش
کجا بت شکستن سزا بودنی
چرا آن کوشش بدیناله بود

نابل سبزه تند آفتاب
 چرا باده زین تن آن کرده
 نه بر چ آدمی کرد بر خود پسند
 چو در ره بود دیو و رنه نسی
 از تنها همه بگذرای مردگار
 شمار مرا خواستند اینمه
 چنانچ تان خرم و از رزمیت
 یکی شرم را پیش چشم آوردید
 تو ای پور سعادت همه بخور
 کمر داری با خداوند خویش
 من ایندا که گویم خوش نیست
 دلم بر تو لرزد که کافر شو
 و گرنه مرا روان و در تن است
 علی را همانا تو با ذوق گفت
 مرا دید خواهی درین زرگاه
 غریبان بیرون آیم از پیش صف
 چو فدا شود کارزار حسین
 درین شت با کوشش جیدی
 بحدق نیز نای فسخ پدر
 بلالی بدیدارم از ذوالفقار
 که اینها که گفتسم نداری باد

هم آن که آتش هم آن بنده باد
 در آب در آتش نماندی شکوه
 پسند بر او ز برک مویمند
 به تنها نشاید شدن هر کس
 نه من مر شمارا شدم خواستار
 کنون کادم حیت این دیر
 زمین تان جیاد و ز خدا شرمیت
 مبادا خدا را خشم آوردید
 بخود برکن هر دو گیتی سبزه
 خوشای بر خویش بنویسد خوش
 که خرم کس را بهی خوش نیست
 گراز کینه با من برابر شو
 زین جوان نه بروای ابرین است
 بسا دیده باشی تو در کارزار
 بکفت تیغ رخشان پیش سپاه
 علی بنی و ذوالفقار ش بکفت
 بحشم آردت کارزار حسین
 کفر نازده هنگامه خشمی
 همی دید خواهی ز فسخ پسر
 نایم چو خوشید بد را شکار
 چرا زرم صفین نیازی باد

نیم وصال

نیم وصال

نیم وصال

ز هر کس بر پری بیاد دارد
 که من در رکاب گرمی پدر
 همه دشت پر لشکر شام بود
 ز مردان با شنگی برده تاب
 ز لشکر برون تا ختم تک نه
 بسا شرط که از خون روان شدم
 پدر بوسه زانو بر خوار من
 با فوس چندی من بگریست
 که می نمیت کاندین سر زمین
 تنی دستگیر هزار اثر و عا
 شود بوسه بای نبی جای تیغ
 نوشی جز از چشمه تیغ آب
 صبار بر تنت پرده داری کند
 چو لاله جوانان شکنجه نوی
 پیمنه زاده ان لطیف مقام
 بران خرد سالان بی نام و یاد
 گرفتار کردند آزادگان
 تو را ایند آن روزیاری بود
 که آن روز دل باید استوار
 چه نمانی چن چون دلا و دوست
 بد کفت و کوشش همه بود راست

بی کودک سر و شماروت
 چها کردم از کوشش و کوفت
 که در زرم شان و خضایم بود
 که از افسوس و زانو بد تاب
 پس پشت کردم سپاه و بنه
 که این شرط از ایشان سپرد ختم
 چو دیده آنچنان گرم بار من
 همی خورد افسوس بر من گریست
 چو شیرینی و گراکت اندر کمین
 نشان خدنگ این تن بر بها
 بر روز تو گریان شود ماه و میخ
 خوشی کفن جز بر عقاب
 هوا بر سر است شکاری کند
 ز خون کرد رگشت از سوی دور
 که ایندی بی پروه چون خورشام
 زمین ممد کرد و چراغ آفتاب
 قورشانی زمان با شنگی از دکان
 بدان دولت استوار سی و دمد
 نه میرجا بود و نیردی تن بکار
 که اول نکرزد دلا و کسی است
 سنجی جهان جادوانه کراست

نیم وصال

نیم وصال

چهارم کار و جهان خوش است نبرد امن و تنگ و جان کین	که افزود و بر آنچه او کاسته است بر آن تاج خواهد جهان آفرین
مالوی نام نوی الکرام از مکاری آماوی بر آرم کاظم شکایت ندان	صداری بن مایه علی السلام و مانع از مکر می آید این می
چون خورشید ازین بنیر خراشست زبانان یکسکه انجن کرد نفز	سیاه بکرگاه از آن پهن دست نهان کرد پید اچار پوست نفز
همی گفت کسب و دنیا و پدر از ایشان مرا خرد و هست رشت	بجز رست نشنیده ام هر چه که در دانه آخرین روز رست
سن و سیر که هر چه دارم زمره بجز یک فسر زو بیار من	بجویم بیان باخت در این شهر که او در جهان ماند تا من
زبون شتم جز زبونیستم کبستی اگر شاه اگر تنم بود	منم ندان ایند او شستم بجز یک یزدان که پانده بود
درین ره کسی کو به راه است ز راه هر که را دیدج باشد بزر	بخواه خود یا بخواه با ز راه دشمن ماست کو پیشتر
و گر با خداوند کار است زو شس که مرد و دل وی آن شه قیاس	من اینجا و اینجا بود از زو شس بکار وی شه کرد این ره قیاس
چون کف دو دل کو کی را محفل چون کف شدی سوی بانان کرا	چون کف یکی آرزو در ده دل ز سیر همه دل سوی جان کرا
چون این پاک نظر از لب شاجت هر آنکو خسریدار دنیا براند	مگر هر کی به راهی به لبست هر آنکو طلب کار موی به لبست
زرقه چه برسی که تنگ آورم ازین داستان دل تنگ آورم	

باز است از این که در این کتاب

که او در جهان ماند تا من

باز است از این که در این کتاب

گر از صد هزاران یکی درین یکی از هزاران رگفتار جا	بماند بنور شش تو بسیار دل برابر کم فست مکر و احسا
چون رگشت چون نخت خود ستر برفتند آنان که جستند سود	ز یار آن بر شاه ماند اندک ولی چون جستند چتری نبود
تضایین که جستند راه نجات چون مری گز او مری خوشتر بود	سوی مرگ رفتند از بجات بهر بخش مرگ شکر بود
چون آن نیکبختان آراوه دل بر ایشان دری باز گشت است	مست بودند بر مرگ مشکوده دل که دیدند انجم هر خوب و رشت
مکافات هر خوبی و هر بدی چو از نودل خشمشان باز شد	گذشت از آن داده ایردی همی هر یک از شوق جانبا شد
کسانی که گشتن بند بهر نشان یکی خورد شمشیر شریان کشای	اسیری گوارا شدند از هر نشان یکی بر دوزخ گیر گزای
در آسن مگردوست شد ملوک چون خرد سالان برده سلا	که عشاق پیشش نهادند سر ز یار آن بدند بر دخته جای
مقتانند و فکر انجام خویش نخستند روی و بکنند سود	گر شدند بر جان ناکام خویش نخستند روی و بکنند سود
همه بریده از دین اختر نشان که ای شاه بی یار و دراز دیا	و دیا قوت زینگو نه گو نشان سپه زرقه خود مانده تنها دیا
چون شد که تو ای شاه گشت نکت زمانه مرا تنگ بر ما گرفت	چرا تنگ را بر گزیدی به نکت که اختر ز ما روز خوش و گرفت
حرم گزینال بخو تنگ بود بنایستاق در صفت جنگ بود	

باز است از این که در این کتاب

باز است از این که در این کتاب

درین بی نیاهی بیا یار گو
 بی کو بیانو بهارت بین
 علی کو بیانو رعیت بگر
 بگو بر زمین آبی روح الامین
 چه کرده است عیسی که دوا کشند
 گنا پیش چه پوست که چاشنی شود
 سرانی که که ز بهر بر بام شست
 چرا دل نگر و در غم چاک چاک
 همانا نه این مرقع پیغمبری است
 کسی را که خود بر شکم سنگ بست
 بیکبار مابت پیغمبر عکافت
 حسن را که دیدی بگر خواره اش
 یکی پیش ازین دوده تنها دم
 باز آن همه لاله خرواغ نیست
 فروشن شبستان چه بر شد بماه
 بیامد همه خواهران را بخوانند
 چنین گفت بامه زبان خواهر
 که امی در جهان یا و گار قبول
 مگر نه تو نو با و ه خیر ری
 مگر نه قبول است ماور تیرا
 همی بویه سختی کشش در گارا

درین بی نیاهی بیا یار گو
 بی کو بیانو بهارت بین
 علی کو بیانو رعیت بگر
 بگو بر زمین آبی روح الامین
 چه کرده است عیسی که دوا کشند
 گنا پیش چه پوست که چاشنی شود
 سرانی که که ز بهر بر بام شست
 چرا دل نگر و در غم چاک چاک
 همانا نه این مرقع پیغمبری است
 کسی را که خود بر شکم سنگ بست
 بیکبار مابت پیغمبر عکافت
 حسن را که دیدی بگر خواره اش
 یکی پیش ازین دوده تنها دم
 باز آن همه لاله خرواغ نیست
 فروشن شبستان چه بر شد بماه
 بیامد همه خواهران را بخوانند
 چنین گفت بامه زبان خواهر
 که امی در جهان یا و گار قبول
 مگر نه تو نو با و ه خیر ری
 مگر نه قبول است ماور تیرا
 همی بویه سختی کشش در گارا

بیا یار گو بی کو بیانو بهارت بین
 علی کو بیانو رعیت بگر بگو بر زمین آبی روح الامین
 چه کرده است عیسی که دوا کشند گنا پیش چه پوست که چاشنی شود
 سرانی که که ز بهر بر بام شست چرا دل نگر و در غم چاک چاک
 همانا نه این مرقع پیغمبری است کسی را که خود بر شکم سنگ بست
 بیکبار مابت پیغمبر عکافت حسن را که دیدی بگر خواره اش
 یکی پیش ازین دوده تنها دم باز آن همه لاله خرواغ نیست
 فروشن شبستان چه بر شد بماه بیامد همه خواهران را بخوانند
 چنین گفت بامه زبان خواهر که امی در جهان یا و گار قبول
 مگر نه تو نو با و ه خیر ری مگر نه قبول است ماور تیرا
 همی بویه سختی کشش در گارا

بیا یار گو بی کو بیانو بهارت بین
 علی کو بیانو رعیت بگر بگو بر زمین آبی روح الامین
 چه کرده است عیسی که دوا کشند گنا پیش چه پوست که چاشنی شود
 سرانی که که ز بهر بر بام شست چرا دل نگر و در غم چاک چاک
 همانا نه این مرقع پیغمبری است کسی را که خود بر شکم سنگ بست
 بیکبار مابت پیغمبر عکافت حسن را که دیدی بگر خواره اش
 یکی پیش ازین دوده تنها دم باز آن همه لاله خرواغ نیست
 فروشن شبستان چه بر شد بماه بیامد همه خواهران را بخوانند
 چنین گفت بامه زبان خواهر که امی در جهان یا و گار قبول
 مگر نه تو نو با و ه خیر ری مگر نه قبول است ماور تیرا
 همی بویه سختی کشش در گارا

همه زهر نوشان مخمت کشان
 همه زهر نوشان مینامی رو
 کی از رخ و سختی پشیمان شدند
 چه پیوند تن بکسلد جان من
 که با پی پدر ماوران و سفسه
 مرا گشته دان کو دوکان را اسم
 تو ای خواهر آمده شام باش
 مزن سنگ بر سینه خراش رو
 پیچان دل از اندوه روزگار
 زانده و خجسته گزرد همه
 مرا گشته چون پیش چشم آور
 سر آمد چه با خواهر آن گفتگوی
 بسی گفت اندرز و سنجید
 که از دهنم چون بدایدوت
 روانیت بر کنند موسی
 ولی گریه بسیار بر من کنند
 بگفت این و در شد بگو تو
 بیا لید رخسار بر تیره خاک
 بتا لید کای پاک پروردگار
 همه مایه نیست و بودم قریب
 بدیدی را اهل سعادت مرا

همه زهر نوشان مخمت کشان
 همه زهر نوشان مینامی رو
 کی از رخ و سختی پشیمان شدند
 چه پیوند تن بکسلد جان من
 که با پی پدر ماوران و سفسه
 مرا گشته دان کو دوکان را اسم
 تو ای خواهر آمده شام باش
 مزن سنگ بر سینه خراش رو
 پیچان دل از اندوه روزگار
 زانده و خجسته گزرد همه
 مرا گشته چون پیش چشم آور
 سر آمد چه با خواهر آن گفتگوی
 بسی گفت اندرز و سنجید
 که از دهنم چون بدایدوت
 روانیت بر کنند موسی
 ولی گریه بسیار بر من کنند
 بگفت این و در شد بگو تو
 بیا لید رخسار بر تیره خاک
 بتا لید کای پاک پروردگار
 همه مایه نیست و بودم قریب
 بدیدی را اهل سعادت مرا

همه زهر نوشان مخمت کشان
 همه زهر نوشان مینامی رو
 کی از رخ و سختی پشیمان شدند
 چه پیوند تن بکسلد جان من
 که با پی پدر ماوران و سفسه
 مرا گشته دان کو دوکان را اسم
 تو ای خواهر آمده شام باش
 مزن سنگ بر سینه خراش رو
 پیچان دل از اندوه روزگار
 زانده و خجسته گزرد همه
 مرا گشته چون پیش چشم آور
 سر آمد چه با خواهر آن گفتگوی
 بسی گفت اندرز و سنجید
 که از دهنم چون بدایدوت
 روانیت بر کنند موسی
 ولی گریه بسیار بر من کنند
 بگفت این و در شد بگو تو
 بیا لید رخسار بر تیره خاک
 بتا لید کای پاک پروردگار
 همه مایه نیست و بودم قریب
 بدیدی را اهل سعادت مرا

از اندم که مادر مرا زاده است
 ز پنج فتنه و ن سال پیوده ام
 چنان می نماید ز سامان کار
 من این خرد سالان نویدل
 غریبان از منزل آوارگان
 یکی راز خاری بفرموده پاک
 چگونه سپارم بدست بلا
 چو خود را نه بسند به پهلوی من
 چنان هر یکی را رود دل تمام
 تنی را که تنها پرستنده بود
 بناز آنکه پیو دراهی سوار
 همه نورس و ناز پرور همه
 ز بنج قومی و خاچون روند
 خدا یا مگردد ایشان تو باش
 تو آگاسی از جان غم پرورم
 مرا هر چه کلک تو بر سر نوشت
 بگفت و نجواب اندر آورده
 سجد و برادر بباد بر سرش
 یکی شاخ ریحان بر آفرید و بول
 پیوده راه دور و دراز
 گرت شوق مامست و با نیا

بیم وصال

برادر بمینو میخواند است
 چو پائی درین خاک پر شور
 همانا بر آه تو سدرست پیش
 میزندش از ریخ و تیار نشان
 کبوش اشب اسی گوهر گنج من
 گانم که بنگام دوری رسید
 بدو بانی چشم در راه است
 بدو تو را بنوه دشمن جگر
 ز تیار این خرد سالان بچش
 که از بهر بد بود یار نشان
 که خود را رسانی باین سخن
 تو را روز کار صبور ی رسید

بیم وصال

نخواهی دگر دید روی مرا
 میسنویری آرزوی مرا

تمام شد



